تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۙ

تعلیمی و تبلیغی مجلّہ

ماہنامہ الفرقان ربوہ

شوال : ۱۳۸۶ھ

جنوری : ۱۹۶۷ء

ایڈیٹر

ابو العطاء جالندھری

سالانہ

زرِ اشتراک

پاکستان و بھارت

چھ روپے

دیگر ممالک

تیرہ شلنگ

تاریخ اشاعت

ہر ماہ کی

دس تاریخ مقرر ہے

قواعد

(۱) چندہ پیشگی بنام مینیجر الفرقان ربوہ آنا چاہیئے۔

(۲) مقررہ تاریخ پر رسالہ نہ ملے تو پندرہ روز تک اطلاع ملنے پر دوبارہ بھیجا جا سکتا ہے۔ بعد میں قیمتاً طلب فرمائیں!

(۳) مضامین ایڈیٹر کے نام ارسال فرمائیں۔!

مُعاونین

عطاء الکریم شاہد بی۔اے، فاضل عربی

عطاء المجیب راشد ایم۔اے، فاضل عربی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۷ شمارہ ۱	**الفرقان** جنوری ۱۹۶۷ء	شوال: ۱۳۸۶ ہجری قمری صلح: ۱۳۴۶ ہجری شمسی

فہرست مضامین

مضمون	مصنف	صفحہ
• سورۂ فاتحہ کے حقائق و معارف کے مقابلہ کا چیلنج (پادری صاحبان سے مخلصانہ درخواست)	ایڈیٹر	ص۱
• حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ کا باطل شکن بیان (پادری صاحبان کی فوری توجہ کے لئے)	(ادارہ)	ص۴
• حضرت مسیحؑ کی مسیحائی اور اہلحدیث علماء کے خیالات	ایڈیٹر	ص۷
• عیسائی صاحبان کو دعوتِ حق —— (سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم)	منقول از درثمین	ص۸
• البیان —— (قرآن مجید کے ایک رکوع کا سلیس ترجمہ و نوٹ)	ابوالعطاء	ص۹
• عیسائی پادری صاحبان اور ہم	ایڈیٹر	ص۱۳
• حضرت مسیح ناصریؑ نے شادی کر کے رہبانیت کے تصور کو ختم کر دیا	جناب شیخ عبدالقادر صاحب لاہور	ص۱۷
• نوجوانوں کی مذہب سے بیگانگی کی ذمہ واری!	جناب پروفیسر حمید احمد خان صاحب	ص۲۳
• وفاتِ مسیحؑ اور جناب مودودی صاحب	جناب مولوی محمد افضل صاحب مربی سلسلہ	ص۲۴
• حضرت نعمت اللہ ولی ہندوستانی کی پیشگوئی (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک ثبوت)	جناب صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم-اے	ص۲۵
• حاصل مطالعہ	(متعدد احباب کے حوالہ جات)	ص۴۳
• ایڈیٹر کی ڈاک	(مختلف احباب کے خطوط)	ص۴۶

اداریہ

سُورۂ فاتحہ کے حقائق و معارف کے مقابلہ کا چیلنج

پادری صاحبان سے مخلصانہ درخواست

مکاشفہ یوحنا کی بشارت

ہم یقین رکھتے ہیں کہ مکاشفہ یوحنا کے مندرجہ ذیل کشفی الفاظ میں سورۂ فاتحہ کے متعلق ہی پیشگوئی ہے:-

(الف) "جو تخت پر بیٹھا تھا میں نے اس کے دہنے ہاتھ میں ایک کتاب دیکھی جو اندر سے اور باہر سے لکھی ہوئی تھی اور اسے سات مہریں لگا کر بند کیا گیا تھا۔ پھر میں نے ایک زور آور فرشتہ کو بلند آواز سے یہ منادی کرتے دیکھا کہ کون اس کتاب کو کھولنے اور اس کی مہریں توڑنے کے لائق ہے؟"

(مکاشفہ یوحنا ۵/۱-۲)

(ب) "پھر میں نے ایک اور زور آور فرشتہ کو بادل اوڑھے ہوئے آسمان سے اُترتے دیکھا۔ اس کے سر پر دھنک تھی اور اس کا چہرہ آفتاب کی مانند تھا اور اس کے پاؤں آگ کے ستونوں کی مانند۔ اور اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی کھلی ہوئی کتاب تھی۔ اس نے اپنا دہنا پاؤں تو سمندر پر رکھا اور بایاں خشکی پر" (مکاشفہ ۱۰/۱-۲)

بشارت کا ظہور

یہ پیشگوئی ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پوری ہوئی اور قرآن مجید کی سورۂ فاتحہ کا اس میں صریح ذکر ہے۔ **سات مہروں** سے سورۂ فاتحہ کی **سات آیتیں** مراد ہیں۔ ان سات آیات کے سربمہر حقائق و معارف کا بھی اس پیشگوئی میں ذکر ہے جن کے بارے میں چیلنج دیا گیا ہے۔ اس پیشگوئی میں "**ایک چھوٹی سی کھلی ہوئی کتاب**" کے الفاظ نہایت واضح طور پر سورۂ فاتحہ کا بیان ہیں۔ الفاظِ پیشگوئی سے یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ بزرگ کتاب خشکی اور تری، مشرق اور مغرب، سارے جہان کے لئے ہوگی۔ سورۂ فاتحہ کے اندر اور باہر سے لکھے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔

قرآنی چیلنج

قرآن مجید نے یوم نزول سے ہی تحدی فرمائی ہے کہ دنیا کے لوگ مل کر بھی قرآن مجید کی کسی چھوٹی سی چھوٹی سورۃ کی مثل نہیں بنا سکتے۔ سورۂ بقرہ میں اس چیلنج کے الفاظ یہ

ہیں فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ کہ اے مخالفو! اگر تم سچے ہو اور تم میں طاقت ہے تو اس کتاب کی کسی سورۃ کی مانند سورۃ تو بنا کر دکھاؤ۔ قرآن پاک کی ترتیب کے لحاظ سے یہ چیلنج اخص طور پر سورۃ فاتحہ کے بارے میں بھی قرار پاتا ہے۔ گویا قرآن مجید نے روزِ اوّل سے دنیا بھر کے مخالفینِ اسلام کو قرآن مجید کی کسی سورۃ بالخصوص سورہ فاتحہ کی مثل لانے کے لئے چیلنج دے رکھا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ آج تک کسی شخص کو اس چیلنج کے قبول کرنے کی جرأت نہیں ہو سکی۔ فصحاء عرب یہ تو کہتے رہے کہ لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ کہ اگر ہم چاہیں تو ایسا کلام بنا سکتے ہیں مگر آج تک کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جس نے قرآن مجید کی کسی ایک سورۃ کی بھی مثل و نظیر پیش کی ہو۔ کوئی بتلائے اگر ہم نے کسی کو چھپایا ہم نے

حضرت مسیح موعودؑ کا پادریوں کو چیلنج

بانیٔ سلسلہ احمدیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اشاعتِ اسلام اور اظہارِ فضیلتِ قرآن پاک کے لئے مبعوث فرمایا۔ اور یہ زمانہ وہ تھا جب عیسائی پادری مسیحی حکومت کے گھوڑے پر اور آریہ پنڈت ملک میں مذہبی آزادی کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے اسلام پر یورش کر رہے تھے اور یوں دکھائی دیتا تھا کہ مسلمان علماء عام طور پر ان کے مقابلہ سے گریزاں تھے۔ ایسے وقت میں حضرت جری اللہ علیہ السلام نے سینہ سپر ہو کر دشمنانِ اسلام کا ایسا شاندار مقابلہ کیا اور اس پر شوکت طریق پر دینِ حنیف کی طرف سے دفاع کیا کہ مسلمان کہلانے والے بے ساختہ طور پر آپ کو کامیاب جرنیل کے نام سے پکارنے لگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآنی حقائق و معارف کھولے گئے اور آپ نے مخالفینِ اسلام کو للکارا کہ وہ آپ کے مقابلہ پر اپنی مزعومہ الہامی کتابوں سے جو اب محرف و مبدل ہو گئی ہیں قرآنی حقائق و معارف کی مثل پیش کریں۔ آپ نے اس کے لئے بڑے بڑے انعام بھی مقرر فرمائے مگر مخالف کیمپ سے صدائے برنخواست والا معاملہ رہا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائی پادریوں کو بھی اس مقابلہ کے لئے بار بار بلایا مگر وہ بھی عاجز و لاجواب رہے۔ آپ نے اپنے مشہور رسالہ "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" میں پادری صاحبان کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

"اگر وہ اپنی توریت یا انجیل کو معارف اور حقائق کے بیان کرنے اور خواص کلام الوہیت ظاہر کرنے میں کامل سمجھتے ہیں تو ہم بطور انعام پانسو روپیہ نقد ان کو دینے کو تیار ہیں اگر وہ اپنی کل ضخیم کتابوں میں سے جو ستّر کے قریب ہوں گی حقائق اور معارفِ شریعت اور مرتب اور منتظم دُررِ حکمت و جواہرِ معرفت اور خواص کلام الوہیت دکھلا سکیں جو سورۃ فاتحہ میں سے ہم پیش کریں اور اگر چہ پیسہ تھوڑا ہو تو جس قدر ہمارے لئے ممکن ہو گا ہم ان کی درخواست پر بڑھا دیں گے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی طرف سے چیلنج کا اعادہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس چیلنج پر کہ قریباً

کے حقائق و معارف کے مقابلہ پر بائیبل سے انکی نظیر پیش کی جائے نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر کسی پادری کو اس مقابلہ پر آنے کی ہمت نہ ہوئی حالانکہ ان پادریوں میں کئی "علماء" بھی شامل ہو چکے تھے اور ان لوگوں کو اپنے علم کا بڑا زعم تھا مگر وہ سب سراسر عاجز رہے۔

گزشتہ سال اسی چیلنج کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ نے پُر شوکت الفاظ میں دُہراتے ہوئے نیز انعامی رقم کے پچاس ہزار تک بڑھانے کا ذکر کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ:۔

> "یہ ایک ایسا چیلنج ہے جو حضرت
> مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
> کی زندگی کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو گیا
> بلکہ قیامت تک کے لئے قائم ہے۔"

پادری صاحبان کا عجز

اب موجودہ پادری صاحبان نے صاف اعتراف کر لیا ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے زمانہ کے بڑے **پادری صاحبان ساٹھ برس سے اس چیلنج پر خاموش** رہے ہیں۔ چنانچہ مسیحی رسالہ کلامِ حق گوجرانوالہ لکھتا ہے:۔

> "اُس زمانہ کے مسیحی **خاموش** رہے۔
> اور ہم سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اچھا کیا"
> (اگست ۱۹۶۶ء صٹ)

یہ فیصلہ کہ "انہوں نے اچھا کیا" یا بُرا کیا تاریخ کریگی مگر یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ سارے کے سارے پادری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ پر گُنگ رہ گئے تھے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کے تازہ اعلان پر پادری صاحبان گھبرا کر پُوچھ رہے ہیں کہ:۔

> "اب خلیفہ ثالث کو نامعلوم کیا سُوجھی
> کہ اپنے دادا آنجہانی کا چیلنج پھر دُہرا
> دیا اور شرط کی رقم پانسو سے بڑھا کر
> سَو گنا کر دی شاید روپیہ کے افراط کی
> وجہ سے؟" (کلامِ حق اگست ۱۹۶۶ء)

چیلنج کی حقانیت اور اس کے دُہرانے کی وجہ تو سب کو معلوم ہے، پادری صاحبان بھی بخوبی جانتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ صحیح طور پر مقابلہ پر آنے کی بجائے طفلانہ حرکات سے اپنے عوام کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں ورنہ کون نہیں جانتا کہ جس چیلنج کو اُن کے بڑے بڑے پادری قبول کرنے سے عاجز و گنگ رہ گئے تھے اُسے آج کے یہ پادری صاحبان کس طرح قبول کر سکتے ہیں؟ بایں ہمہ ہماری دلی خواہش ہے کہ پادری صاحبان صحیح طریق پر مقابلہ پر آئیں تاکہ قرآن پاک بالخصوص سورہ فاتحہ کے حقائق و معارف ساری دنیا پر روزِ روشن کی طرح مزید نمایاں ہو جائیں ؎

> صد بار رقص ہا کنم از خرمی اگر
> بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہاں نماند
> (حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ کا باطل شکن بیان

پادری صاحبان کی فوری توجہ کے لئے!

سورۂ فاتحہ کے حقائق و معارف کے مقابلہ پر پادری صاحبان کو اپنی الہامی کتابوں سے ویسے ہی حقائق و معارف پیش کرنے کا انعامی چیلنج دیا گیا ہے۔ یہ چیلنج قریباً پون صدی سے مسیحی دنیا کو دیا گیا تھا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مقابلہ کرنے والے کے لئے پانسو روپے انعام مقرر فرمایا تھا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ نے گزشتہ دنوں انعامی رقم بڑھا کر پچاس ہزار کر دی ہے۔ پادری صاحبان تاحال اس بارے میں عاجز و لاچار ہیں اور انشاء اللہ رہتی دنیا تک لاچار رہیں گے۔ پادری کے۔ ایل ناصر اور پادری الیاس ل صاحبان نے جو غیر سنجیدہ طریق اختیار کیا ہے اس سلسلہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنے خطبہ میں جو واضح ارشادات فرمائے ہیں ہم انہیں ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ ہماری انتہائی خواہش ہے کہ عیسائی دنیا اس روحانی مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے تاکہ قرآنی حقائق کی ایک اور تجلی نمایاں طور پر لوگوں کے سامنے آجائے ——— (ایڈیٹر)

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے قرآن کریم کے علوم اس کثرت سے دیئے گئے ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ایک عیسائی نے اعتراض کیا کہ جب توحید وغیرہ تورات میں بھی پائی جاتی ہے تو قرآن کریم کی کیا ضرورت تھی؟ حضور علیہ السلام نے اُسے جواب دیا کہ قرآن کریم کا تم ذکر چھوڑ دو، یہ تو ایک بڑی کتاب ہے، قرآن کریم کے شروع میں ایک مختصر سی سورۃ ہے جس کی کل سات آیتیں ہیں، اس کا نام سورۃ فاتحہ ہے اور ہم اسے ہر نماز میں پڑھتے ہیں، اس سورۃ فاتحہ میں اتنے علوم ہیں کہ تم اپنی تمام الہامی کتب میں سے وہ علوم نہیں نکال سکتے۔ اگر تم نکال سکو تو میں سمجھوں گا کہ قرآن کریم کی کوئی ضرورت نہیں۔ باقی قرآن بہت بڑی کتاب ہے اس کے علوم تک تو تمہارا تخیل بھی نہیں پہنچ سکتا۔

چنانچہ اس چیلنج کو دیئے پچاس ساٹھ سال ہو چکے ہیں اور اس چیلنج کے قبول کرنے والے کو حضور علیہ السلام نے پانسو روپیہ دینے کا وعدہ بھی کیا لیکن کسی عیسائی کو جرأت نہیں ہوئی کہ وہ اس چیلنج کو قبول کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۃ فاتحہ کی جو تفسیر فرمائی ہے اردو میں یا عربی میں چیلنج قبول کرنے سے پہلے چیلنج قبول کرنے والے کو وہ پڑھنی چاہیئے لیکن وہ دوسرے لوگوں سے بعض مطالب سُنکر ہی اس فیصلہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ اس طرف نہ آنا چاہیئے۔ اب مَیں نے پانچ سو روپے سے بڑھا کر انعام کی رقم پچاس ہزار روپیہ کر دی ہے تو سوائے ایک دو دیسی پادریوں کے اور کوئی اِس چیلنج کے متعلق کچھ کہنے کی جرأت نہیں کر سکا۔

جو بولے وہ بھی ایسے پادری تھے کہ دنیائے عیسائیت میں ان کو کوئی خاص مقام حاصل نہیں۔ اور انہوں نے جو لکھا وہ بھی طفلانہ بیان ہے۔

چیلنج یہ تھا

کہ جو مطالب اور مضامین سورۃ فاتحہ میں پائے جاتے ہیں وہ کوئی عیسائی اپنی تمام الہامی کتب سے نکال کر دکھا دے۔ اگر کوئی ایسا کر دکھائے تو ہم سمجھیں گے کہ اس نے اسلام کا کچھ مقابلہ کر لیا ہے اور ہم اُسے انعام دیدیں گے۔

لیکن بجائے اِس کے کہ وہ ہم سے یہ پوچھتے کہ آپ نے مسیح موعود علیہ السلام کے چیلنج کو دُہرایا ہے اور پانچ سو روپیہ کے انعام کو پچاس ہزار روپیہ میں بدل دیا ہے' دکھاؤ وہ مضامین کونسے ہیں جو سورۃ فاتحہ میں بیان ہوئے ہیں تا کہ وہی یا اس سے بہتر مضامین بائیبل سے نکال کر دکھائے جائیں' انہوں نے لکھا ہے کہ ہمیں آپ کا چیلنج منظور ہے۔ لیجئے جواب یہ ہے حمد کا لفظ بائیبل کی فلاں کتاب کے فلاں باب کی فلاں آیت میں اور فلاں کتاب کے فلاں باب کی فلاں آیت میں پایا جاتا ہے۔

پھر لکھا ہے کہ لفظ رب بائیبل کی فلاں کتاب اور فلاں باب اور فلاں آیت میں موجود ہے۔ اور "تمام جہان" کا فقرہ فلاں آیت میں پایا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور کہا کہ پیسے نکالو کیونکہ ہم نے چیلنج منظور کر کے اس کا جواب دیدیا ہے۔

حالانکہ

ہمارا چیلنج یہ تھا ہی نہیں

پھر یہ الفاظ پتہ ہے پائے کہاں جاتے ہیں؟ اصلی بائیبل میں نہیں بلکہ بائیبل کے اُردو ترجمہ میں۔ اور یہ احمقانہ بات ہوتی اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ تم سورۃ فاتحہ کے الفاظ بائیبل سے نکال کر دکھاؤ جس کی زبان عربی نہیں جیسے میں کہوں "نکال دو" پنجابی میں کہتے ہیں "کڈھ دیو" یہ تم اگر عبرانی زبان سے نکال دو تو تمہیں انعام دینگے تو یہ پنجابی کا لفظ عبرانی سے کیسے نکل آئے گا۔ یہ تو ہم نے چیلنج ہی نہیں دیا تھا۔ چیلنج یہ تھا کہ جو مضامین اور

مطالب سورۃ فاتحہ میں پائے جاتے ہیں وہ ہمیں بائیبل سے نکال کر دکھاؤ۔

تم خود کہتے ہو

کہ پہلے اِن کتابوں کا ترجمہ انگریزی میں ہوا اور پھر اُردو میں ہوا۔ اور جب اُردو میں ترجمہ ہوا تو بہت سے مسلمان عیسائی ہو چکے تھے اور وہ قرآن کریم کی زبان اور اس کے محاوروں سے متأثر تھے جب ترجمہ ہوا تو انہوں نے اُنہی الفاظ کو نقل کرنا شروع کر دیا تو اس نقل کے بعد اب کہتے ہیں کہ یہ لفظ بائیبل میں یعنے بائیبل کے اُردو ترجمہ میں پائے جاتے ہیں۔

تو خود ایک پادری کا ایسا جواب دینا بتاتا ہے کہ ان مضامین کا بائیبل میں پایا جانا تو کجا بائیبل کے پڑھنے والوں کے تخیل سے بھی وہ مضامین باہر ہیں۔ اسی لئے اُن کو جرأت نہیں ہوتی کہ وہ کہیں کہ بتائیے وہ کون سے مضامین ہیں جو سورۃ فاتحہ میں بیان ہوئے ہیں۔

مجھے جب پتہ چلا

کہ بعض پادری ہمارا یہ چیلنج قبول کرنے کے لئے تیار ہیں تو میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ جہاں جہاں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر کی ہے پوری سورۃ کی یا اس کی کسی آیت کی [illegible] لکھی [illegible] تاکہ جب وہ ہمارا چیلنج قبول کریں اور ہم سے سورۃ فاتحہ کے ان مضامین اور مطالب کا مطالبہ کریں جو اس میں بیان ہوئے ہیں تاکہ اُن کے مقابل ویسے ہی مضامین بائیبل سے نکال کر دکھائے جائیں تو وہ اکٹھے ہی اُن کے سامنے پیش کر دیئے جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ تفسیر سورۃ فاتحہ کو اکٹھا کیا جائے تو دو تین ہزار صفحہ کی کتاب بنے گی۔ حالات بدلتے رہتے ہیں اور

نئے نئے مضامین نکلتے رہتے ہیں۔

تو جو نئی باتیں ہمیں سمجھ آئیں وہ بھی ہم اس میں ایزاد کر دینگے اور پھر اُن سے کہیں گے کہ یہ ہیں سورۃ فاتحہ کے مضامین !!! اگر یہ مضامین تم تمام بائیبل سے نکال دو تو ہم سمجھیں گے کہ تم کامیاب ہو گئے۔ اور تمہیں فوراً پیسے دیدیئے جائیں گے۔

لیکن بجائے اس کے کہ وہ چیلنج کو اپنے صحیح رنگ میں سمجھتے اور پھر اسے قبول کرتے انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ سورۃ فاتحہ کا فلاں لفظ بائیبل کے اُردو ترجمہ میں فلاں جگہ پایا جاتا ہے اور فلاں لفظ فلاں جگہ۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ سورۃ فاتحہ بائیبل میں پائی جاتی ہے۔ تو

یہ ایک طفلانہ جواب ہے

[illegible] چیلنج قبول [illegible] گے۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک زندہ کتاب ہمارے سامنے رکھی اور فرمایا کہ قرآن کریم کے علوم پیچھے ہی نہیں رہ گئے بلکہ قیامت تک کی تمام

ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے مواد اس میں موجود ہیں۔ علمی لحاظ سے کوئی الجھن پیش آ جائے، کوئی مشکل مسئلہ ہو قرآن کریم پر غور کریں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اس کا یہ مطلب ہے اور باوجودیکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے) خدا تعالیٰ کی توحید کے ثبوت میں اور قرآن کریم کی صداقت کے ثبوت میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے شمار دلائل اور براہین پیش کئے ہیں پھر بھی آپ نے یہ نہیں کہا کہ قرآنی علوم کا دروازہ بند ہو گیا ہے بلکہ فرمایا کہ غور کرو، تدبر کرو، بار بار پڑھو اور دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قرآن کریم کے علوم سے منور کرے۔ وہ نئے سے نئے مضامین تمہیں سکھاتا چلا جائے گا۔

قرآن ایک ایسا خزانہ ہے

جو نہ ختم ہونے والا ہے اور اتنا قیمتی خزانہ ہے کہ اگر انسان کے دل میں واقعی نور ہو اور اس کے دماغ میں فراست ہو تو اس کے ایک ایک موتی کی کوئی قیمت نہیں ڈالی جا سکتی، اس کے مقابلہ میں دنیا کے جواہرات بالکل لاشئی ہیں۔" (الفضل ۱۵ر دسمبر ۶۶ء)

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی مسیحائی

اور

اہلحدیث علماء کے خیالات

اہلحدیثوں کا ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" لاہور زمانہ کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"دراصل بات یہ ہے کہ انسان مُردہ ہو تو اس میں جان ڈالی جا سکتی ہے لیکن مجرد ہو تو حضرت مسیح کی مسیحائی بھی وہاں دم توڑ دیتی ہے۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں سے قُم باذن اللہ کہتے تو قبروں سے نکل آتے تھے لیکن مجرو زندوں کے سامنے نہ صرف مسیحائی کام نہ آئی بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں لیجا کر اسکی جان بچائی بعینہٖ یہی کیفیت آج یہاں ہے۔"

(تنظیم اہلحدیث لاہور ۲ر دسمبر ۶۶ء)

الفرقان۔ مُردہ انسانوں میں جان ڈال کر قبروں سے نکالنے کا نظریہ قرآن مجید اور حدیث نبویؐ کے صریح خلاف ہے۔ قرآن مجید کی آیت فیمسك التی قضٰی علیها الموت (الزمر) نصِ صریح ہے کہ مُردہ انسان واپس نہیں آ سکتے۔ حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے شہید والد حضرت عبداللہؓ کی خواہش پر کہ مجھے پھر راہِ خدا میں شہید ہونے کے لئے دنیا میں بھیجا جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوگا کیونکہ میں کہہ چکا ہوں کہ مُردے دنیا میں زندہ کر کے نہ بھیجے جائیں گے۔

مسیح کی مسیحائی نے اگر پہلے کچھ لوگوں کے سامنے دم توڑ دیا تھا تو اب اُن کے دوبارہ لانے کا کیا فائدہ ہوگا جبکہ آج حالت اس سے بھی بدتر ہے! اس زمانہ میں تو مسیح محمدی کی قوتِ روحانی ہی کام آ سکتی ہے۔

فقرہ "اپنے ہاں لیجا کر اسکی جان بچائی" کتنا عجیب فقرہ ہے کیا زمین پر خدا کی حکومت نہیں تھی اور وہ اسے یہاں رکھ کر نہیں بچا سکتا تھا؟ بہرحال اہلحدیثوں کے یہ نظریات ان کی توحید کی حقیقت کو واضح کر رہے ہیں۔

عیسائی صاحبان کو دعوتِ حق!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُرکیف تبلیغی اشعار کا ایک حصّہ

آؤ عیسائیو!!! اِدھر آؤ!!! نورِ حق دیکھو راہِ حق پاؤ

جس قدر خوبیاں ہیں قرآں میں کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ

اے عزیزو سُنو کہ بے قرآں حق کو ملتا نہیں کبھی انساں

جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں ان پہ اس یار کی نظر ہی نہیں

ہے یہ فرقاں میں اک عجیب اثر کہ بناتا ہے عاشقِ دلبر

جس کا ہے نام قادرِ اکبر اس کی ہستی سے دے ہے پختہ خبر

کوئے دلبر میں کھینچ لاتا ہے پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے

دل میں ہر وقت نور بھرتا ہے سینہ کو خوب صاف کرتا ہے

اس کے اوصاف کیا کروں میں بیاں وہ تو دیتا ہے جاں کو اَور اک جاں

وہ تو چمکا ہے نیّرِ اکبر اس سے انکار ہو سکے کیونکر

وہ ہمیں دلستاں تلک لایا اس کے پانے سے یار کو پایا

بحرِ حکمت ہے وہ کلام تمام عشقِ حق کا پلا رہا ہے جام

بات جب اس کی یاد آتی ہے یاد سے ساری خلق جاتی ہے

سینہ میں نقشِ حق جماتی ہے دل سے غیرِ خدا اٹھاتی ہے

دردمندوں کی ہے دوا وہی ایک ہے خدا سے خدا نما وہی ایک

ہم نے پایا خُورِ ہُدیٰ وہی ایک

ہم نے دیکھا ہے دلربا وہی ایک

سورۂ نساء ع ۶

البَیَان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ

مرد اپنی بیویوں پر نگران ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت

عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ

بخشی ہے اور اسلئے بھی کہ وہ (ان کیلئے) اپنے اموال خرچ کرنے کے ذمہ دار ہیں پس اچھی اور نیک بیویاں وہ ہیں جو اطاعت گزار

حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ

اور اللہ تعالیٰ کی قابل حفاظت قرار دی ہوئی چیزوں کی محافظ ہوں ۔ ہاں جن بیویوں کے نشوز (یعنی بغض، سرکشی اور غیروں کی طرف نظر رکھنے)

فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ

سے تمہیں خطرہ ہو تو ان کو وعظ و نصیحت کرو، اور ان سے بستروں کی علیحدگی رکھو اور ان کو بطور تادیب خفیف طور پر مار بھی سکتے ہو ۔ اگر

اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا

وہ تمہاری بات مان لیں (اور نشوز سے باز آجائیں) تو پھر انکے خلاف کوئی اور طریق ہرگز اختیار نہ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بڑائی اور

تفسیر:۔ اس رکوع میں خانگی زندگی کے لئے اصولی تعلیم دی گئی ہے نیز بنیادی عقائد و اعمال کے اصول بیان فرمائے ہیں ۔ بخل، ریاکاری اور ظلم کی مذمت فرمائی ہے ۔ قیامت کی جواب دہی کو پیش کر کے مومنانہ زندگی بسر کرنے کی تلقین کی گئی ہے ——— پہلی آیت میں زندگی کے میدان میں کام کرنے کے لحاظ سے مرد کی نمائندگی و نگرانی کی

كَبِيْرًا ○ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ

کبریائی کا مالک ہے۔ اگر تم لوگوں کو ان دونوں (میاں بیوی) کے تعلقات کی کشیدگی کا خدشہ ہو تو ایک حَکَم (فیصلہ کرنیوالا) خاوند کے

اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ

رشتہ داروں میں سے اور ایک بیوی کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو۔ اگر یہ دونوں اصلاحِ احوال کے ارادے سے صحیح کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی

بَيْنَهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ○ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا

کے درمیان اتفاق پیدا کر دیگا۔ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔ اے لوگو! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے

تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـــًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى

ساتھ کسی کو شریک نہ گردانو، ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ ایسا ہی رشتہ داروں،

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ

یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار پڑوسیوں، غیر رشتہ دار اجنبی پڑوسیوں،

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

دوسرے ساتھ کام کرنے والوں، مسافروں اور اپنے مملوک غلاموں اور جانوروں سے بھی احسان سے پیش آؤ۔

ذمہ داریوں کے پیشِ نظر خاوند کو قوام قرار دیا گیا ہے۔ قوام دراصل ذمہ دار اور نگران کو ہی کہتے ہیں خاوند اپنی بیوی کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ وار ہے۔ قدرت نے اسے جفاکشی کے اہل قویٰ کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ پھر بیوی کے نان و نفقہ کا بھی شرعاً خاوند ہی ذمہ وار ہے۔ اسلئے گھریلو زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مرد کو فوقیت بخشی ہے۔ نیک اور برگزیدہ عورتوں کے لئے اطاعت اور مال و اولاد کی حفاظت و تربیت لازمی قرار دی ہے۔ اور ناشزہ عورتوں کے لئے حسبِ حالات اصلاح کے تین ذریعے علی الترتیب مقرر فرمائے ہیں۔

لغت میں لکھا ہے وَنُشُوْزُ الْمَرْاَةِ بُغْضُهَا لِزَوْجِهَا وَرَفْعُ نَفْسِهَا عَنْ طَاعَتِهٖ وَعَيْنِهَا عَنْهُ اِلٰى غَيْرِهٖ (مفرداتِ راغب) کہ عورت کا نُشوز یہ ہے کہ (۱) وہ اپنے خاوند سے بغض رکھے (۲) اپنی

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ

اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور ناجائز فخر کرنے کا عادی ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خود بخل سے کام لیتے ہیں

وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ

اور دوسروں کو بھی بخل کی تلقین کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے جس فضل سے نوازا ہے اسے چھپاتے

فَضْلِہٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۝ وَالَّذِیْنَ

ہیں۔ ایسے کافروں کے لئے ہم نے رسوا کن عذاب مقرر فرمایا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو

یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا

اپنے اموال محض لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اور یوم قیامت پر ہرگز ایمان

بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ یَّکُنِ الشَّیْطٰنُ لَہٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ

نہیں ہے۔ یاد رہے کہ جس کا شیطان ساتھی بن جائے تو (وہ خسارہ میں ہے کیونکہ) شیطان یقیناً برا

قَرِیْنًا ۝ وَمَاذَا عَلَیْھِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

ساتھی ہے۔ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخر پر ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے

اطاعت سے اپنے کو بالاتر قرار دے (۳) خاوند کی بجائے دوسرے مردوں پر بدنیت بدنظر رکھے۔

قرآن حکیم نے ان تینوں قسم کی مجرمانہ ذہنیت رکھنے والی بیویوں کے لئے علی الترتیب علیحدہ علیحدہ تین علاج بیان کر دیئے ہیں۔ عورت کے آمادہ اطاعت ہو جانے پر یہ ہرگز روا نہیں ہوگا کہ پچھلی باتوں کو ذکر کر کے زیادتی کی جائے۔

دوسری آیت میں میاں بیوی کی کشیدگی کے ازالہ کے لئے دو ثالثوں کے تقرر کا ذکر ہے۔ اھل کا لفظ رشتہ دارو اور دیگر متعلقین پر حاوی ہے۔ تیسری آیت میں عبادت کرنے اور شرک سے اجتناب کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کا ذکر بھی فرمایا ہے جن سے حسن سلوک کرنا فرض ہے۔ لفظ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ میں جنگ کرتے ہوئے پکڑے جانیوالے غلاموں اور لونڈیوں کے علاوہ تمام وہ جاندار وجود بھی شامل ہیں جن پر انسان کو مالکانہ تصرف حاصل ہوتا ہے۔

وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ○ اِنَّ

خرچ کرتے تو ان کا کیا نقصان تھا؟ (بلکہ فائدہ ہی تھا کیونکہ) اللہ تعالیٰ ان کے حالات کو خوب جاننے والا ہے۔

اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَ

اللہ تعالیٰ کسی پر بھی ذرّہ بھر ظلم نہیں کرتا۔ اگر کسی کی نیکی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھاتا ہے اور

يُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ وَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ

اپنی طرف سے بھی بڑا اجر عطا فرماتا ہے۔ اس وقت ان لوگوں کی کیسی حالت ہوگی جب ہم

كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ○

ہر قوم میں سے ایک عظیم گواہ لائیں گے اور تجھے ان مکذبین کے خلاف بطور گواہ پیش کیا جائے گا۔

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى

اس وقت یہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر مُصر رہے چاہیں گے کہ کاش وہ زمین کے اندر

بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ○ ع ۶ ۳

سما جاتے اور ان پر زمین برابر ہو جاتی۔ وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھ سکتے۔

چوتھی، پانچویں اور چھٹی آیت میں خود بخل کرنے اور لوگوں کو بخل پر آمادہ کرنے اور ریاء کے طور پر مال خرچ کرنے کی مذمت کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ یہ مومنوں کا شیوہ نہیں۔ خدا کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔ ساتویں آیت میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر نیکی کا بڑھ چڑھ کر بدلہ دیتا ہے۔ اس کے بارے میں ظلم کرنے کا تصور تک نہیں ہو سکتا۔

آٹھویں اور نویں آیتوں میں قیامت کی حاضری اور جوابدہی کا نقشہ پیش کر کے اور انبیاء علیہم السلام کی شہادت کو یاد دلا کر ایمان لانے اور اعمال صالحہ ادا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

عیسائی پادری صاحبان اور ہم

(۱)

پادری صاحبان بھی عجیب وجود ہیں۔ حق بات کے ماننے سے انہیں بیر ہے۔ دلائل اور حقائق کی بجائے محض وسوسہ اندازی ان کا شیوہ بن گیا ہے الفرقان کے کالموں میں یہ بات بار بار بیان ہو چکی ہے کہ اسلام اور عیسائیت میں **بنیادی اختلاف** مسیح کی صلیبی موت کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ در اصل اسی کی خاطر عیسائی صاحبان حضرت مسیح کو الوہیت کے عرش پر بٹھاتے ہیں اور انہیں ابن اللہ ٹھہراتے ہیں۔ ان کے مزعومہ کفارہ کی بھی یہی اساس ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے تو مسیحی کفارہ باطل ٹھہرتا ہے اور الوہیت مسیح کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی لئے قرآن پاک نے مسیح کی صلیبی موت کی پُرزور تردید فرمائی ہے اور اعلان فرمایا ہے کہ اس غلط زعم کا یہود و نصاریٰ کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے مسیح کو مقتول و مصلوب ٹھہرانا ان کا سراسر باطل اور بے دلیل دعویٰ ہے۔

الفرقان کے کالموں میں ہم نے بار بار چیلنج کیا کہ کوئی پادری صاحب حضرت مسیح کی صلیبی موت کے بارے میں ہم سے تحریری مناظرہ کر لے۔ ایک پادری الیاس طاہر نے لکھا کہ میں اس کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ میں نے حسب شرائط اپنا پہلا تحریری پرچہ بصیغہ رجسٹری انہیں بھجوا دیا اور اپنے پرچہ کو الفرقان میں بھی چھاپ دیا۔ پادری صاحب نے پرچہ کا جواب دینے سے تو صریح گریز کیا۔ البتہ واہی تباہی باتیں بصورت خطوط لکھنی شروع کر دیں جس سے ان کی غرض یہ تھی کہ اِدھر اُدھر کی دوسری باتوں میں اُلجھ کر اصل مضمون کو یونہی چھوڑ دیا جائے۔ اپنی اس غرض میں وہ ناکام ہو گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارا پہلا پرچہ اپنے دس دلائل کے ساتھ آج تک **لاجواب** ہے۔ ان دلائل کا انگریزی ترجمہ بھی پاکستان اور انگلستان میں شائع ہو چکا ہے۔

جب ہم نے اپنے مطبوعہ دلائل کا ذکر کر کے بار بار پادری صاحبان کو توجہ دلائی تو ماسٹر برکت اے خان نے خط و کتابت شروع کر دی اور بجائے ہمارے دلائل کا جواب لکھنے کے موضوع سے گریز کرتے ہوئے اس قسم کے سوالات شروع کر دیئے کہ "اناجیل میں کہاں لکھا ہے کہ کشمیر میں یسوع مسیح کی قبر موجود ہے؟" اسی دوران مسیحی رسالہ اخوت لاہور کے پادری روشن خان صاحب کو جوش آیا۔ انہوں نے اخوت میں لکھا کہ آپ اپنے مطبوعہ دلائل والا پہلا پرچہ مجھے بھجوا دیں میں آپ کے دلائل کو اخوت میں شائع کر کے ان کا جواب بھی چھاپ دوں گا۔ اس پر مجھے خوشی ہوئی کہ شاید عیسائی صاحبان کیلئے روشنی کے کچھ مزید سامان پیدا ہو جائیں گے۔ میں نے خوشی خوشی اپنے

مطبوعہ دلائل والا پرچہ بصیغہ رجسٹری پادری روشن خان صاحب کے نام بھجوا دیا۔ مگر انہوں نے جونہی ان دلائل کا جائزہ لیا تو جھاگ کی طرح بیٹھ گئے اور لکھ دیا کہ میں ان دلائل کے جواب کی فکر میں تھا مگر پادری الیاس مل رل گئے اسلئے اب میں جواب نہیں دوں گا۔ پادری روشن خان صاحب کی پہلی تحریری دعوت آنے پر میں نے ماسٹر برکت اے خان کو بھی ۷ رمئی ۱۹۶۶ء کو لکھ دیا تھا کہ "اگر کوئی **معقول بات** آپ کو آتی ہے تو وہ پادری روشن خان صاحب کو بتا دیں ورنہ خاموشی اختیار فرمائیں۔ یہ میرا مشورہ ہے باقی آپ جو کرنا چاہیں آپ کو کون روک سکتا ہے مگر یاد رکھیں کہ گالیوں اور اوچھے ہتھیاروں سے مسیح کی صلیبی موت ثابت نہ ہو سکے گی اس کے لئے **معقول دلائل** کی ضرورت ہے جو آپ کے بس کا روگ نہیں۔" یہی مشورہ میں نے پادری الیاس مل صاحب کو دیا تھا کہ وہ بھی پادری روشن خان کے ساتھ مل کر اس مناظرہ کو انجام تک پہنچائیں۔ گویا اس طرح ایک طرف **تین پادری** ہوتے اور دوسری طرف **ایک خادمِ اسلام واحمدیت** ہوتا ——!

اس کے بعد یوں ہوا کہ ان لوگوں نے مل کر پادری روشن خان کو اپنے تحریری وعدہ سے منحرف کر دیا۔ غالباً دلائل کو پڑھ کر پادری صاحب کی اپنی حالت بھی قابلِ دید تھی۔ انہوں نے جواب دینے اور ہمارے دلائل کو اخوت میں چھاپنے سے انکار کر دیا اور آج تک یہ تینوں پادری ؏ گوئی کہ مُردہ اند کے مصداق ہیں۔ دراصل ان لوگوں کا قصور نہیں انہوں نے اپنے بڑوں سے ورثہ میں ایسے غلط عقیدہ کو پایا ہے جس کے لئے دلائل موجود نہیں ہیں لیکن وہ گلے پڑا ڈھول بجانے پر مجبور ہیں اسلئے دلائل کا جواب دلائل سے دینے کے بجائے وسوسہ اندازی اور گالی گلوچ کو اختیار کر رہے ہیں۔ لگا ہے لگا ہے ان پادری صاحبان کے ایسے خطوط آتے رہتے ہیں جن کا جواب قرآنی ارشاد وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا کے مطابق دیا جاتا ہے۔ ابھی گزشتہ دنوں ماسٹر برکت خان نے بلا تاریخ ایک سائیکلوسٹائل چٹھی بھیجی ہے جس کا **ایک خاص پادریانہ وصف** ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ لکھتے ہیں :-

"مولوی صاحب اہلِ اسلام اور
مسیحیوں کے درمیان بعض **متفقہ**
عقائد کے متعلق محبت اور دوستی کی
بجائے تعصب، نفرت، کدورت،
بطالت اور انتشار کا بیج بو رہے ہیں۔"

ہمارا موضوعِ مناظرہ حضرت مسیح کی صلیبی موت ہے، کیا ماسٹر صاحب بتا سکتے ہیں کہ روئے زمین پر ایک بھی مسلمان ایسا ہے جو عیسائیوں کی طرح حضرت مسیحؑ کی صلیبی موت کا قائل ہے؟ جب صورتِ حال یہ ہے کہ سبھی مسلمان بلا استثناء یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے اور سبھی عیسائی بلا استثناء یہ مانتے ہیں کہ مسیح صلیب پر فوت ہو گئے تھے تو اس موضوع کو اہلِ اسلام اور مسیحیوں کا "متفقہ عقیدہ" قرار دینا کذب بیانی اور دجل نہیں تو اور کیا ہے؟ ماسٹر صاحب اور دیگر پادری صاحبان کی ان مذبوحی حرکات کو دیکھ کر

ہر شخص کو ماننا پڑتا ہے کہ یہ لوگ عجیب مخلوق ہیں۔

ماسٹر برکت خان نے یہ بھی لکھا ہے کہ :-

"عرض یوں ہے کہ مسیح کی صلیبی موت
کے متعلق انجیل میں ہمارے پاس
نہایت معقول متعدد ٹھوس دلائل
اور حوالہ جات موجود ہیں لیکن آپ
کی باتیں سراسر باطل، بے دلیل اور
سرتاپا غیر معقول، الہام الٰہی اور علم
وعقل کے بالکل منافی ہیں۔"

مگر سوال یہ ہے کہ سارے پادری صاحبان اُن مزعومہ دلائل کو کیوں چھپائے بیٹھے ہیں اور انہیں کیوں جرأت نہیں ہوتی کہ ہمارے پیش کردہ دس انجیلی دلائل کا جنہیں ماسٹر صاحب محض دل کو خوش کرنے کیلئے "بے دلیل اور غیر معقول کہتے ہیں" رد کریں۔ بہتر ہوگا کہ اور باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے پادری صاحبان سر جوڑ کر بیٹھیں اور ہمارے پیش کردہ دلائل کا تحریری جواب بھیجیں اور مناظرہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں کیا پادری صاحبان اِس ناصحانہ مشورہ پر غور کریں گے؟

(۲)

کچھ عرصہ گزرنے پر پادری صاحبان نے ایک اور "انداز" اختیار کیا۔ کوئی پادری عنایت مسیح صاحب ہیں انہوں نے احمدی علماء کو چیلنج دیدیا۔ انہوں نے لکھا کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے لکھا ہوا ہے کہ پادریوں سے وفاتِ مسیح، حیاتِ مسیح پر مباحثہ کیا کرو میں احمدی علماء کو چیلنج دیتا ہوں کہ :-

"وہ ہمارے ساتھ وفاتِ مسیح حیاتِ
مسیح کے موضوعات پر مباحثہ کر لیں"
(کلامِ حق گوجرانوالہ اگست ۱۹۶۶ء)

ہم نے پادری صاحب کا چیلنج بخوشی منظور کر لیا اور لکھ دیا کہ :-

(الف) "ہمیں پادری صاحب کا چیلنج منظور
ہے۔ اگر وہ دل سے چاہتے ہیں کہ ہم
ان کے سامنے وفاتِ مسیح ثابت کر دیں
اور عیسائیت کا مُردہ ہونا واضح کر دیں
تو وہ آئیں آسان طریق مناظرہ یہ ہے کہ
اِس موضوع پر ہم اور وہ تحریری مناظرہ
کر لیں جو بعد ازاں افادۂ عام کے لئے
طبع ہو جائے گا۔"

(ب) "اگر پادری عنایت صاحب آمادہ ہوں تو
مطلع فرمائیں ان کی طرف سے منظوری
آنے پر یہ مناظرہ شروع ہو جائیگا اور
ہم اپنا پہلا پرچہ دو ہفتے میں ارسال
کر دیں گے انشاء اللہ۔ کیا پادری صاحب
تیار ہیں؟" (الفرقان اکتوبر ۱۹۶۶ء)

اب چاہیئے تھا کہ یہ مناظرہ شروع ہو جاتا کیونکہ ہم نے پادری عنایت صاحب کے چیلنج کو بلا شرط قبول کر لیا تھا اور اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے پوری آمادگی ظاہر کر دی تھی۔ مگر وہ پادری ہی کیا ہوئے جو سیدھی بات کو سیدھے طور پر مان جائیں۔ چنانچہ مسیحی رسالہ کلامِ حق نے ہمارے جواب میں لکھ دیا کہ "ہم حقیقت (؟) کو دنیا کے سامنے

پیش کرتے رہیں گے اور آپ سے کسی موضوع پر مباحثہ نہیں کریں گے جب تک پہلے میاں ناصر احمد صاحب کے ساتھ پادری ناصر صاحب کا فیصلہ نہ ہو جائے"

(نومبر ۱۹۶۶ء)

اس پر خاکسار نے تفصیلی جواب دیتے ہوئے لکھا کہ :-

"پادری صاحب! گستاخی معاف اگر یہی صورت تھی تو ماہ اگست ۱۹۶۴ء میں "مرزائی دوستوں کو چیلنج" کس برتے پر دیا تھا کہ ہمارے ساتھ وفاتِ مسیح حیاتِ مسیح کے موضوعات پر مباحثہ کر لیں؟ آپ کا یہ عذر تمام تو ع مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید کا مصداق ہے"

(الفرقان دسمبر ۱۹۶۶ء)

ہمارے قارئین یقیناً منتظر ہونگے کہ اب پادری صاحبان کیا کہتے ہیں اور کس عذرِ لنگ کے بہانے وفاتِ مسیح کے موضوع پر مناظرہ سے گریز کرتے ہیں۔ لیجئے پادری صاحبان کے الفاظ پڑھ لیجئے۔ لکھا ہے :-

"الفرقان کے ایڈیٹر صاحب میاں ناصر احمد صاحب سے اپنی نامزدگی کی سند پیش کر کے جب تک چاہیں اس مباحثہ میں شامل ہو سکتے ہیں" (کلام حق دسمبر ۱۹۶۶ء)

سوال یہ ہے کہ "نامزدگی کی سند" کا مطالبہ اب کس بنا پر ہے اور اس کا مسیح کی وفات کے موضوع سے کیا تعلق ہے؟ آپ نے تو پہلے اتنا ہی لکھا تھا کہ :-

"کوئی احمدی مبلغ یا عالم میرے ساتھ مباحثہ کر لے" (کلام حق اکتوبر ۱۹۶۶ء)

اور جب احمدی مبلغ آپ کے چیلنج کو قبول کر کے تیاری کا اعلان کرتا ہے تو آپ ایسے کچے عذرات کی پناہ لیتے ہیں مگر ڈھٹائی کا عالم یہ ہے کہ عین اسی وقت یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ :-

"احمدی علماء کی عادت ہو چکی ہے کہ پہلے بڑی ڈینگیں مارتے ہیں، چیلنج دیتے ہیں لیکن جب ان کے چیلنج منظور کر لئے جاتے ہیں تو پھر ایسے عذر بنا لیتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اب ہماری جان چھوٹ جائے"

کیا ان سامنے کے حالات میں یہ بات پادریوں پر صادق آتی ہے یا احمدیوں پر؟ ع

خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب بہتان ہے

بالآخر ہم ایک مرتبہ پھر کھلے الفاظ میں لکھتے ہیں کہ **کوئی پادری حضرت مسیح کی صلیبی موت کے سلسلہ میں ہمارے دلائل کا جواب دے اور اس موضوع پر تحریری مناظرہ کر سکے تو ہم اس کے ممنون ہوں گے**۔ ہم یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ پادری شنایت مسیح اگر **وفاتِ مسیح کے موضوع پر** تحریری مناظرہ والے اپنے چیلنج پر قائم ہیں تو ہم اس کے لئے بھی حاضر ہیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین ۔

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے شادی کر کے رہبانیت کے تصور کو ختم کر دیا

جدید انکشافات کی شہادت

رومن کیتھولک حلقوں میں رہبانیت کے خلاف رجحانات

(محترم جناب شیخ عبد القادر صاحب لاہور)

آج رہبانیت سے بعض رومن کیتھولک پادری اس درجہ اُکتا چلے ہیں کہ وہ صدیوں پُرانی اس پابندی سے بغاوت پر آمادہ نظر آتے ہیں۔

لانگ آئی لینڈ کے ایک ۷۵ سالہ پادری رقمطراز ہیں :-

"جُوں جُوں وقت گزرتا جا رہا ہے مجھے اس امر کا زیادہ احساس ہوتا جا رہا ہے کہ شادی والی متأہلانہ زندگی اور پادریت متضاد نہیں ہیں"

ایک ۲۷ سالہ نوجوان پادری نے لکھا :-

"چرچ کی قیادت اگر مجرّدوں کے ہاتھ میں رہے تو اس سے صرف یک طرفہ نقطۂ نگاہ ہی پیدا ہوگا۔ حضرت مسیح کا مذہبی مشن کہیں زیادہ تنوّع کا متقاضی ہے"

ایک ۷۳ سالہ پادری کی رائے یہ ہے :-

"تجرّد سے احساسِ تنہائی، وحشت اور ذہنی کھچاؤ پیدا ہوتا ہے جو ہمارے بہت سے پادریوں کے خبطی پن کا موجب ہے"[1]

ہزاروں عیسائی عورتیں رہبانیت کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں۔ ان کے تقدس کی وجہ سے ان کی رائے نہیں لی گئی۔ اگر کوئی ایجاد ان کے دل کی تختی پڑھ سکے تو ان میں سے ایک خاصہ طبقہ اس غیر فطری لائحہ عمل سے باغی نظر آئیگا۔

آئیے ہم یہ دیکھیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم اور تعامل اس بارہ میں کیا ہے؟

پولوس رسول اپنے ایک خط میں رقمطراز ہیں :-

"تجرّد کے بارے میں میرے پاس خداوند کا کوئی حکم نہیں"

(کرنتھیوں ... ترجمہ نیو انگلش بائبل)

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں :-

---

[1] الفرقان نومبر ۱۹۶۶ء میں ڈاکٹر خلیل احمد صاحب ناصر کے مضمون میں ان "جدید رجحانات" کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

"لیکن رُوح صاف فرماتا ہے کہ
آئندہ زمانوں میں بعض لوگ گمراہ کرنے
والی رُوحوں اور شیاطین کی تعلیم کی
طرف متوجہ ہو کر ایمان سے برگشتہ
ہو جائیں گے ..... یہ لوگ بیاہ
کرنے سے منع کریں گے۔"
(خط تمطاؤس ۱ – ۴ تا ۳)

حضرت مسیح علیہ السلام پر یہودیوں کا ایک طائفہ ایمان لے آیا اور دوسرے نے انکار کر دیا۔ ایمان لانے والے طائفہ کو تاریخ میں ایسینی کا نام دیا گیا۔ ان کے بھی دو گروہ تھے۔ ایک شادی سے مجتنب رہنے والا اور دوسرا شادی کو ضروری سمجھتا تھا۔ پہلی صدی کا یہودی مؤرخ جوزیفس لکھتا ہے:-

"ان میں ہی ایک فرقہ ایسا ہے جو
امورِ دینیہ، قوانین، رسوم وغیرہ میں
سلسلہ ایسینیہ سے متفق ہیں۔ صرف
نکاح کے مسئلہ میں ان سے اختلاف
رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کے خیال میں جو
شخص شادی نہیں کرتا وہ نسل اور منزلت
انسان کی تخفیف کرتا ہے اور کہتے ہیں
کہ اگر اسی طرح سارے آدمی شادی کرنا
چھوڑ دیں تو [illegible] منقطع
ہو جائے گی۔"

خیال ہے کہ جو ایسینی عیسائی ہو گئے یہ ان کے خیالات ہیں۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ قرنِ اوّل کے ایک فرستادۂ حق کے ماننے والوں کا لٹریچر ادنیٰ قمران کے غاروں سے نکلا ہے۔ ان کے دستور العمل میں شادی بیاہ کے قوانین کا ذکر ہے۔[5] ان کے قبرستان سے عورتوں اور بچوں کے ڈھانچے برآمد ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کا ایک حصہ رہبانیت کو خیرباد کہہ چکا تھا۔ یہ انقلاب کسی مامور سے وابستگی کا مرہونِ منت ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ دستور العمل کے جس حصہ میں قوانینِ تزویج کا ذکر ہے اور لکھا ہے کہ عورتیں اور بچے بھی خدائی سلسلہ میں شامل ہیں اسی میں عشائے ربانی کی دعوت کے آداب میں مسیح کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جماعتِ قمران کے اہل و عیال رکھنے والے لوگ مسیح کے دامن سے وابستہ ہو چکے تھے (یا مسیحا کے منتظر تھے) اہلِ قمران اور ایسینی مسلّمہ طور پر ایک ہیں۔

خطباتِ کلیمنٹائن قرونِ اولیٰ کے یہودی مسیحیوں کی کتاب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکیوں کے کنوارا رہنے کے خلاف تھے، وہ جلد شادی کر دینے پر زور دیتے تھے۔ (ڈکشنری آف کرسچن بیوگرافی جلد اوّل زیرِ عنوان—
("Clemtina Homilies"

حضرت مسیح علیہ السلام اور حواریوں کا کیا تعامل کیا تھا؟ واقعۂ صلیب سے پہلے یا معاً بعد جبکہ ابن آدم کے لئے سر چھپانے کو جگہ نہ تھی" اور پھر اخوتِ ایسینیہ کی پابندی

---

[5] ملاحظہ ہو [illegible]
"More Light on the Dead Sea Scrolls"
کے آخری باب میں دستور العمل کا ترجمہ۔

کی وجہ سے جس کے آپ دعویٰ سے پہلے رُکن تھے، آپ کا شادی نہ کرنا کوئی مستبعد امر نہیں لیکن واقعۂ صلیب کے کچھ عرصہ بعد آپ نے ضرور شادی کی ہے۔ انیسویں صدی کے آخر میں سکندریہ کے آثار سے ایسینی جماعت کے ایک رُکن کا ایک مکتوب ملا جس میں لکھا ہے کہ یسوع صلیب سے بچائے گئے۔ لعزر کی بہن مریم سے ان کا شادی کا خیال تھا لیکن حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے۔ لکھا ہے:۔

"ہمارے سلسلہ کا یہ قانون ہے کہ کوئی رکن [illegible] کسی عورت کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ مقدس کام جس کے انجام دینے کے لئے وہ شخص مامور کیا گیا ہے اس کے شادی کرنے سے رُک جاتا ہے۔ اسی سبب سے یسوع نے بھی نہایت جوانمردی سے اپنی اس محبت کو جو مریم کے ساتھ رکھتا تھا پابندیٔ اصولِ سلسلہ اور تبلیغِ اصولِ حقہ کے لئے دل سے ہٹا دیا۔ گو یہ اقدام بہت مشکل تھا چنانچہ وہ بہت روئے لیکن علیحدہ ہو گئے۔"

(Crucifixion of An Eye witness P. 53-54)

واقعۂ صلیب کے کچھ عرصہ بعد آپ نے شادی کر لی تھی حال ہی میں مصر کے آثارِ قدیمہ سے اس کا بیّن ثبوت مل چکا ہے۔ مصر کی ایک قدیم خانقاہ کے کھنڈروں سے

۴۹ قبطی صحائف جو کہ قرونِ اولیٰ سے تعلق رکھتے ہیں برآمد ہوئے ہیں ان میں توما، فلپ اور یعقوب کی اناجیل بہت بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان اناجیل میں لکھا ہے:۔

۱۔ "حضرت مسیحؑ کے متعلق یہ عقیدہ کہ وہ صلیب پر فوت ہو گئے بالکل باطل ہے۔ صلیبی موت سے وہ بچائے گئے۔" (انجیل فلپ)

۲۔ "صلیب کے بعد ۱۸ ماہ تک وہ حواریوں کو ملتے رہے۔ ان کو آئندہ ذمہ واریوں کے لئے تیار کرتے رہے۔" (انجیل یعقوب)

۳۔ "بالآخر اپنے بھائی یعقوب کو امیر مقرر کر کے حواریوں کو چھوڑ کر کہیں دور چلے گئے۔" (انجیل توما)

۴۔ "تین مریم نامی خواتین ہمہ وقت یسوع کے شریکِ سفر رہیں۔ مریم ان کی والدہ، مریم ان کی بہن (یا ان کی والدہ کی بہن) اور ایک مریم مگدلینی ان کی رفیقۂ حیات۔" (انجیل فلپ)

انجیل فلپ میں لکھا ہے:۔

"مریم مگدلینی کو لوگ یسوع کی رفیقۂ حیات سمجھتے ہیں۔"

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ واقعۂ صلیب کے بعد حضرت مسیحؑ نے شادی کر لی تھی اور یہ کہ دوسری صدی تک عیسائیوں میں "مسیح کے نمونہ پر رہبانیت" کا خیال پیدا نہیں ہوا تھا۔

کلیسیا کے اکابرین جو پاپائے مقدس پطرس اور

حواریوں کے بارے میں پولوس کی شہادت موجود ہے کہ وہ شادی شدہ تھے۔ لکھا ہے :-

"جو میرا امتحان کرتے ہیں ان کے لئے میرا
یہی جواب ہے۔ کیا ہمیں کھانے پینے کا اختیار
نہیں؟ کیا ہم کو یہ اختیار نہیں کہ کسی مسیحی بہن کو
بیاہ کر لئے پھریں جیسا اور رسول اور
خداوند کے بھائی (یعنی یعقوب) اور
کیفا (یعنی پطرس) کرتے ہیں"
(کرنتھیوں $\frac{9}{5}$)

اس گواہی سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کے بیشتر حواریوں نے شادیاں کر لی تھیں اور ان کی بیویاں تبلیغی سفروں میں اُن کے ہمراہ ہوتی تھیں۔ پطرس اپنے خطبات میں کنواری عورتوں کو شادی کا مشورہ دیتے ہیں۔ تجرّد کی حوصلہ افزائی کی بجائے شادی پر زور دیتے ہیں۔ خطبات کلیمنٹائن دوسری صدی کے عیسائیوں کی ایک اہم دستاویز ہے اُس میں اِس حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نئے عہد نامہ کے اتنے واضح حوالوں کی موجودگی میں رہبانیت کا خیال کس طرح پیدا ہوا؟ رہبانیت کے حق میں دو حوالے پیش کئے جاتے ہیں ان کا جائزہ ضروری ہے۔ پہلا حوالہ انجیل متی کا ہے۔ لکھا ہے :-

"بعض خوجے ایسے ہیں جو ماں کے
پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے۔ اور
بعض خوجے ایسے ہیں جن کو آدمیوں نے
خوجہ بنایا۔ اور بعض خوجے ایسے ہیں جنہوں نے
آسمان کی بادشاہی کے لئے اپنے آپ کو
خوجہ بنایا۔ جو قبول کر سکتا ہے قبول
کرے۔" (متی $\frac{19}{12}$)

اگر حضرت مسیح علیہ السلام کے اِس قول میں رہبانیت کے بارہ میں کوئی واضح حکم ہوتا تو پولوس یہ کیوں کہتے کہ :-

"تجرّد کے بارہ میں میرے پاس خداوند
کا کوئی حکم نہیں۔"

بات دراصل یہ تھی کہ قبولیتِ عیسائیت کے وقت لوگوں کی بیویاں چھن جاتی تھیں، انہیں اپنے اہل و عیال سے جُدا ہونا پڑتا تھا یا اُن کو رشتے نہیں ملتے تھے یا وہ شادی کرنے کی استطاعت نہیں پاتے تھے، فرمایا خدا کی بادشاہت کے لئے یہ سب کچھ گوارا ہے۔ دوسری جگہ اسی انجیل میں لکھا ہے :-

"اور جس کسی نے گھروں یا بھائیوں یا بہنوں
یا باپ یا ماں یا بیوی بچوں یا کھیتوں کو
میرے نام کی خاطر چھوڑ دیا ہے اس کو
سو گنا (اجر) ملے گا اور ہمیشہ کی زندگی
کا وارث ہوگا۔" (متی $\frac{19}{29}$ تھوڑا تردد ورثن)

ناسازگار حالات کی وجہ سے شادی نہ کرنا اور بات ہے لیکن ایک مذہبی طبقہ کو مستقل طور پر رہبان بنا دینا امرِ دیگر۔

دوسرا حوالہ پولوس رسول کا ہے :-

"تجرّد کے حق میں میرے پاس خداوند
کا کوئی حکم نہیں لیکن دیانت دار ہونے

کے لئے جیسا خداوند کی طرف سے مجھ
پر رحم ہوا اس کے موافق اپنی رائے
دیتا ہوں پس موجودہ مصیبت کے
خیال سے میری رائے میں آدمی کے لئے
یہی بہتر ہے کہ جیسا ہے ویسا ہی رہے
اگر تیری بیوی ہے تو اس سے جدا
ہونے کی کوشش نہ کر اور اگر تیری بیوی
نہیں تو تلاش نہ کر" (کرنتھیوں ۱ باب ۷ آیت ۲۵-۲۷)

ظاہر ہے کہ یہ حکم وقتی ہے ظلم و عقوبت کے دور میں ایسا کیا گیا۔ ان حالات میں یہ روا ہو سکتا تھا۔ اسے مستقل ہدایت سمجھ لینا بہت بڑی غلطی ہے جس کا خمیازہ عیسائی دنیا سترہ صدیوں سے بھگت رہی ہے۔

پولوس نے اصولی طور پر بتا دیا کہ "شادی سے منع کرنا شیطانی فعل ہے کلیسیا میں ایسا دور بھی آئیگا کہ شادی سے لوگ منع کریں گے"۔ اس مستقل فرمان کی روشنی میں پولوس کی تحریرات کو دیکھنا چاہیئے۔

کرنتھیوں کی مذکورہ عبارت کے آگے اسی باب میں بعض ہدایات رہبانیت کے حق میں ملتی ہیں:۔

" مگر جو اپنے دل میں پختہ ہو اور
اس کی کچھ ضرورت نہ ہو بلکہ اپنے ارادہ
کے انجام دینے پر قادر ہو اور دل میں
قصد کر لیا ہو کہ میں اپنی لڑکی کو بے نکاح
رکھوں گا وہ اچھا کرتا ہے"

یہ محض پولوس کی رائے ہے' اس کے پاس اس بارے میں اپنے آقا کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اگر پولوس اپنی تحریروں کے خلاف کوئی بات کہتا ہے تو اُسے کہنے دیجئے۔ عیسائیت یاں حقیقی عیسائیت "پولوس کے مذہب" کا نام نہیں۔ بلکہ اس دین فطرت کا نام ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام نے یہود کے سامنے اپنے قول و فعل کی صورت میں پیش کیا لیکن یہاں ایک بات اور بھی قابل غور ہے۔ جدید تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ پولوس کی تحریرات میں اس کے شاگردوں کی تشریحات بھی شامل ہیں۔ پولوس کے بعض خطوط اس کی وفات کے بعد اس کے شاگردوں نے دوبارہ لکھے اس میں نیا مواد شامل کیا اور اسے پولوس کے نام سے منسوب کر دیا۔ اسی طرح موجودہ خطوط **پولوس اوّل اور پولوس ثانی کی تحریرات** کا مجموعہ ہیں ممکن ہے رہبانیت کے حق میں تشریحات پولوس ثانی نے بڑھائی ہوں۔ ایک عیسائی عالم لکھتے ہیں:۔

"These fragmentary data, it is held, were later edited and amplified by a follower of Paul who was thoroughly familiar with his thought and style. Such a practice was not uncommon in ancient times.[1]

---

1. A History of the Bible by Gladstone Bratton P. 117

ظاہر ہے کہ ایک پولوس ثانی بھی تھا جو کہ پورے طور پر پولوس کا مزاج شناس اور اسی کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ اس نے بھی بعض خطوط پولوس کی وفات کے بعد اس کے نام سے لکھے ہیں مسیحی قدماء میں ایسا کرنا ایک عام بات تھی۔

اندریں صورت رہبانیت کے حق میں اور اس کی مخالفت میں پولوس کی تحریرات میں اختلاف کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ پہلی تحریرات پولوس اول کی ہیں دوسری ہدایات پولوس ثانی کی۔

اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ رہبانیت کا مسلک حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواریوں کی تعلیم اور تعامل کے سراسر خلاف ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ رہبانیت کا طریق انجیل کے متبعین نے خود اختیار کیا، خدا تعالیٰ نے فرض نہیں کیا تھا۔ فرمایا:۔

"اور عیسیٰ بن مریم کو بھی ہم نے اُن کے نقش قدم پر چلایا اور اس کو انجیل بخشی اور جو اس کے متبع ہوئے ہم نے اُن کے دل میں رأفت اور رحمت پیدا کی۔ اور انہوں نے کنوارا رہنے کا طریق خود اختیار کر لیا تھا ہم نے یہ حکم اُن پر فرض نہیں کیا تھا۔ گو انہوں نے (از خود) اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ طریق اختیار کیا تھا مگر اس کا پورا لحاظ نہ رکھا۔ پس ان میں سے جو مومن تھے اُن کو ہم نے مناسب اجر بخشا اور اُن میں سے بہت سے فاسق تھے۔" (سورۃ الحدید ۲۸)

آج قرآنی صداقت اور اس کا حسن و جمال بالکل نمایاں ہے۔ عیسائیت کے جدید رجحانات قرآن کی تائید میں ہیں۔ انکشافات جدیدہ صداقت و فضیلت قرآن کے مُنہ بولتے گواہ ہیں۔

حرف آخر کو لکھتے ہوئے خامہ خونچکاں ہے اور انگلیاں فگار۔ اَن گنت ہندو عورتیں اپنے پتی کی چتا میں جل کر مر گئیں۔ ان کی زبان پر وید کے شلوک تھے — یہ ہیبت ناک نظارہ چشم فلک نے کیوں دیکھا؟ محض وید کے بعض ذُو معانی الفاظ کی غلط تعبیر کی وجہ سے ایسا ہوا۔ عیسائیت میں کروڑوں زندگیاں رہبانیت کی بھینٹ چڑھ گئیں محض انجیل کے دو ایک فقرات کی غلط تفسیر کی وجہ سے۔ انسان کتنا سادہ اور بھولا بھالا ہے۔ چھ ہزار سالہ تہذیب کے سفر میں اس کی کیفیت یہی رہی ہے

چلتا ہوں تھوڑی دُور ہر اک راہرو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

اب وقت آ گیا ہے کہ انسان فطرت اور کتاب فطرت کی راہنمائی میں اپنا قدم آگے بڑھائے — دینِ فطرت کے بغیر اس کی فلاح اور نجات کا تصور سراب نظر آتا ہے۔

تاریخ کلیسا کے حوالے

رہبانیت کا طریق عیسائیت میں کب آیا؟ فرانسیسی محقق ڈل میڈیکو اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:۔

"ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ عیسائیت میں رہبانیت اصالتاً

(یسوع کی تعلیم کے واسطہ سے نہیں) بلکہ مصر سے آئی۔ ۱۶ راپریل ۳۲۹ء کا واقعہ ہے کہ روم میں پہلی دفعہ دو راہب دیکھے گئے۔ وہ مصر سے سکندریہ کے بشپ اتھناسیاس کے ہمراہ آئے تھے۔ یہ بھی معروف بات ہے کہ عیسائیوں کو فلسطین میں رہبانیت رائج کرنے میں کتنی مشکلات پیش آئی تھیں۔ شام میں قدیم ترین خانقاہ ۴۲۰ عیسوی میں تعمیر ہوئی۔"

(The Riddle of Scrolls P. 83)

عیسائی عالم ایرینئیس (Irenaeus) لکھتا ہے کہ جو لوگ تجرّد کی تعلیم دیتے ہیں "وہ ابتدائے تخلیق میں مرد و عورت کی پیدائش کے الٰہی فعل کو جھٹلاتے ہیں۔" (تاریخ کلیسیا از یوسی بیوس ۲۹-۴)

نوجوانوں کی مذہب سے بیگانگی کی ذمہ داری؟

پروفیسر حمید احمد خان وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی سے انٹرویو

سوال :- "ہمارا نوجوان طبقہ روز بروز مذہب سے دُور ہوتا جا رہا ہے۔ اُن میں صحیح اسلامی رُوح پیدا کرنے کیلئے کیا آپ کے تعلیمی پروگرام میں کوئی گنجائش موجود ہے؟"

وائس چانسلر صاحب اس سوال پر مسکرا دیئے اور پھر نہایت سنجیدگی کے ساتھ کہنے لگے :-

"تسلیم کہ ہمارا نوجوان طبقہ اسلامی تعلیمات و روایات سے غفلت برت رہا ہے لیکن اس صورت حال کو محض نوجوان طبقے کا قصور قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ نوجوانوں کے بزرگوں کا ایک بڑا طبقہ بھی اسلامی تصوّرِ حیات سے بیگانہ محض ہے۔ پھر یہ بھی غور کیجئے کہ **جو لوگ بظاہر اسلام کا نام لیتے ہوئے پائے جاتے ہیں وہ خود کس حد تک سچی اسلامی زندگی کا نمونہ ہیں** اور ان کی ذات نوجوان کے لئے کس حد تک باعثِ کشش ہے۔ باقی رہا ایک اسلامی نظام تعلیم و تربیت کا سوال۔ سو جب سے لارڈ میکالے کا تجویز کیا ہوا نظام تعلیم ہم نے قبول کیا ہے ہماری کیفیت بتدریج بدلتی گئی۔ اس نظام تعلیم میں بنیادی تبدیلیوں کا شامل ہونا ہمیں پھر مشرف بہ اسلام کرنے کے لئے ضروری ہے۔ یہ عجیب واقعہ ہے کہ سیاسی آزادی حاصل کرنے کے بعد بھی ہمارے نظام تعلیم میں وہ تبدیلیاں نہیں ہوئیں جن کی ایک آزاد قوم کے نظام تعلیم کو ضرورت تھی۔ تعلیمی زبان اور تعلیمی زبان کے ثقافتی پس منظر کو نوجوان طالب علم کی ذہنی افتاد بنانے میں بڑا دخل رہا ہوتا ہے جب تک ہم کوئی ایسی زبان ذریعۂ تعلیم کے طور پر اختیار نہ کریں گے جس کا پس منظر اسلامی ہو۔ نوجوان طالب علموں کی نگاہیں اسلامی نقطۂ نظر سے بیگانہ رہیں گی۔"

(روزنامہ مشرق لاہور ۹ جنوری ۱۹۶۷ء)

الفرقان ۔ کیا یہ حقائق درد مند مسلمانوں کیلئے لمحۂ فکریہ پیدا نہیں کرتے۔ کیا ابھی آسمانی مصلح کی ضرورت تسلیم نہ کی جائے گی؟؟

وفاتِ مسیح اور جناب مودودی صاحب

(مکرم مولوی محمد افضل صاحب اکبر مربی سلسلہ احمدیہ)

آہستہ آہستہ علماء نے بھی حیاتِ مسیح کے عقیدہ سے بیزاری کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوں یا وفات یافتہ ہوں ہمیں اس سے کیا غرض ہے۔ مولانا مودودی صاحب نے بھی دبے لفظوں میں وفاتِ مسیح ناصریؑ کا اقرار کر لیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

۱۔ "حیاتِ مسیحؑ اور رفع الی السماء قطعی طور پر ثابت نہیں قرآن کی مختلف آیات سے یقین پیدا نہیں ہوتا۔"

(تقریر مولانا مودودی اچھرہ ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء)

۲۔ "مسیح علیہ السلام کے رفع کا مسئلہ متشابہات میں سے ہے۔"

(اخبار کوثر ۲۱ فروری ۱۹۵۱ء)

۳۔ "یعنی ایک مفسرین جو کے رفع جسمانی اور رفع الی السماء کی تصریح سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ یہی قرآنی روح کے مطابق ہے۔" (تفہیم القرآن مودودی صاحب صفحہ ۴۲)

۴۔ تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۴۲۵ پر بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

"قرآن نہ ان کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ انکو جسم و روح کے ساتھ کرۂ زمین سے اٹھا کر آسمان پر لے گیا اور نہ یہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی۔ اور صرف ان کی روح اٹھائی گئی۔ اسلئے قرآن کی بنیاد پر تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جا سکتی ہے نہ اثبات۔"

ان حوالجات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ دل سے تو یہی تسلیم کرتے ہیں کہ وفاتِ مسیح ہو گئی ہے لیکن لوگوں سے ڈرتے ہوئے ایسا اظہار کر دیا کہ نہ آسمان پر گئے ہیں اور نہ ہی زمین پر فوت ہوئے تو کہاں گئے؟ مودودی صاحب نے اس پر روشنی نہیں ڈالی اور اپنا قصور تسلیم نہیں کیا کہ مجھے سمجھ نہیں آئی بلکہ قرآن پر الزام لگا دیا ہے۔ اور جب احمدیوں نے انکو پکڑ لیا کہ یہ کیا کہا ہے تو فوراً کہدیا کہ:۔

"اس مقام پر یہ بحث چھیڑنا بالکل لاحاصل ہے کہ وہ (یعنی حضرت مسیح ناصریؑ) وفات پا چکے ہیں یا زندہ موجود ہیں۔ بالفرض وہ وفات ہی پا چکے ہیں تو اللہ انہیں زندہ کر کے اٹھا لانے پر قادر ہے۔"

(رسالہ ختم نبوت صفحہ ۵۲)

غالباً مودودی صاحب نے قرآن مجید کا مطالعہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ جو ایک دفعہ فوت ہو جائے دوبارہ اس دنیا میں واپس نہیں آیا کرتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ یعنی جس بستی کو ہم ہلاک کر دیں ہم نے اپنے اوپر حرام کر دیا ہے کہ اس کو دوبارہ زندہ کریں۔" پھر فرماتا ہے فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى (زمر ع ۵) یعنی جس روح پر موت وارد کرتا ہے اس کو روک رکھتا ہے اور دوسری کو ایک مقررہ مدت تک واپس بھیجتا رہتا ہے۔" لہٰذا مسیح کے زندہ ہو کر آنے کا عقیدہ بالکل خلاف قرآن ہے۔

حضرت نعمت اللہ ولی ہندوستانی کی پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک ثبوت

(محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم۔ اے)

(۱)

حضرت مسیح و مہدی کی آمد کے متعلق جہاں قرآن مجید اور احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں وہاں بزرگان امت محمدیہ نے بھی اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر مسیح و مہدی کی آمد کے متعلق پیشگوئیاں کی ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ یہ تمام پیشگوئیاں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات پر پوری ہو گئیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی اپنی متعدد کتب میں اپنے متعلق قرآن اور احادیث کی پیشگوئیوں کے ذکر کے ساتھ ساتھ بعض بزرگان امت کی پیشگوئیوں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے پانچ بزرگان امت کی پیشگوئیاں اپنی کتب میں تحریر فرمائی ہیں۔ چنانچہ تحفۃ الندوہ صفحہ ۲ پر حضور فرماتے ہیں :-

"میری نسبت نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی جس کے اشعار میں نے اپنی کتاب نشان آسمانی میں نقل کئے ہیں (ازالہ اوہام میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پیشگوئی کو بیان فرمایا ہے۔ ناقل) .... میری نسبت گلاب شاہ جمال پوری کی پیشگوئی جس کو میں نے ازالہ اوہام میں مفصل لکھ دیا ہے۔ (نشان آسمانی میں بھی اس کا ذکر فرمایا ہے ناقل) میری نسبت پیر صاحب العلم سندھی نے جس کے لاکھوں مرید تھے اور وہ اپنے نواح میں مشہور بزرگ تھے خواب میں دیکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سچا ہے اور ہماری طرف سے ہے۔ اس خواب کو میں تحفہ گولڑویہ میں شائع کر چکا ہوں.... مولوی صاحبزادہ عبد اللطیف

صاحب شہید کا الہام کہ یہ شخص حق پر ہے اور
میری طرف سے ہے۔"

اس کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۲۴-۲۵ پر میاں صاحب پیرکوٹھے والا جن کا نام سید امیر صاحب ہے کی پیشگوئی بھی تحریر فرمائی ہے۔

اِس وقت خاکسار نعمت اللہ صاحب ولی کی پیشگوئی کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب سے پہلے اِس پیشگوئی کو ازالہ اوہام (۱۳۰۸ھ) میں تحریر فرمایا ہے۔ اس کے بعد مفصل طور پر نشان آسمانی میں اس کو لکھا ہے۔ نشان آسمانی کا دوسرا نام "شہادت الملہمین" ہے اور یہ پہلی بار جون ۱۸۹۲ء میں طبع ہوئی ہے نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی فارسی قصیدہ کی شکل میں ہے۔ اِس فارسی قصیدہ کو "شہادت الملہمین" میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعمت اللہ ولی ہندوستانی کی طرف منسوب کیا ہے۔ آجکل عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ قصیدہ نعمت اللہ ولی کرمانی (ایرانی) کا ہے۔ اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اور اس سے پہلے دوسرے لوگوں نے اس کو نعمت اللہ ولی ہندوستانی کی طرف ہی منسوب کیا ہے چنانچہ ۱۲۶۸ھ یعنی ۱۸۵۱ء میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی جو حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے شاگرد تھے نے اس قصیدہ کو اپنی عربی کتاب "الاربعین فی احوال المہدیین" کے آخر میں نقل کیا ہے اور اس کو نقل کرنے کے بعد فارسی زبان میں ایک نوٹ نعمت اللہ ولی ہندوستانی کی زندگی کے بارے میں بھی دیا ہے جس میں انہیں ہندوستانی قرار دیا ہے۔ اربعین "نشانِ آسمانی" سے ۴۲ سال قبل شائع ہو چکی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے ۳۹ سال قبل اس کی اشاعت ہو چکی تھی نعمت اللہ صاحب کے اِس قصیدہ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "اربعین" سے ہی "نشان آسمانی" میں نقل کیا ہے چنانچہ حضور تحریر فرماتے ہیں:-

"واضح ہو کہ نعمت اللہ ولی رہنے والے دلی کے قرب کے اور ہندوستان کے اولیاء کاملین میں سے مشہور ہیں۔ ان کا زمانہ پانسو ساٹھ ہجری ان کے دیوان کے حوالہ سے بتایا گیا ہے۔ اور جس کتاب میں ان کی یہ پیشگوئی لکھی ہے (یعنی اربعین فی احوال المہدیین از محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلویؒ۔ ناقل) اس کا طبع کا سن بھی ۲۰ محرم الحرام ۱۲۶۸ھ ہجری ہے (یہاں کاتب نے غلطی سے ۱۸۲۶ھ ہجری لکھ دیا ہے۔ ناقل) اس حساب سے اکتالیس برس ان ابیات کے چھپنے پر گزر گئے ہیں اور یہ ابیات رسالہ اربعین فی احوال المہدیین کے ساتھ شامل ہیں جو مطبوعہ تاریخ مذکورہ بالا ہے۔"

(نشانِ آسمانی صفحہ ۴ اگست ۱۹۳۴ء)

مندرجہ بالا حوالہ میں "واضح ہو" سے "حوالہ سے بتایا گیا ہے" تک کے الفاظ محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کی فارسی عبارت جو انہوں نے قصیدہ کے آخر میں لکھی ہے کا ترجمہ ہیں چنانچہ اصل عبارت یہ ہے:-

"نعمت اللہ ولی کہ مردِ صاحب باطن
و از اولیائے کامل در ہندوستان
مشہور اند و وطنِ اوشاں در اطرافِ
دہلی است زمانۂ شاں پانصد و شصت
ہجری از دیوانِ اوشاں معلوم میشود۔"
(صلا حصۂ فارسی کتاب اربعین
فی احوال المہدیین)

اِس بات کو مَیں نے خاص مصلحت کی وجہ سے یہاں لکھا ہے جس کی وضاحت آئندہ سطور میں ہو جائے گی۔

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ نے اربعین میں اس قصیدہ کے پچاس شعر لکھے ہیں۔ یہ تمام کے تمام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے من وعن اپنی کتاب "نشان آسمانی" کے پہلے تین صفحات میں درج کر دیئے ہیں اور پھر اُن میں سے بعض اشعار کا ترجمہ صلا تا صلا پر مع تشریح کے بیان کیا ہے۔

مَیں اِس مضمون میں سب سے پہلے بعض اشعار کے ترجمہ کا خلاصہ حتی الوسع حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ میں بیان کروں گا تا کہ اِس پیشگوئی کی جامع شکل ہمارے سامنے آجائے۔ اس کے بعد چند اشعار کو لے کر ان کی وضاحت کروں گا۔ اِس قصیدہ کے بعض اشعار کی روایت میں اختلاف ہے اور بعض اشعار کی اس تشریح پر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے مخالفین سلسلہ نے اعتراض کئے ہیں۔

اِس قصیدہ کے بعض اشعار ایسی پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں جو صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود پر پُوری ہوتی ہیں اسلئے ان پر بھی کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا ضروری ہے —— آخر میں مَیں اِس قصیدہ کی تاریخی حیثیت پر روشنی ڈالوں گا اور اس بات پر بحث کروں گا کہ یہ کس نعمت اللہ ولی کا قصیدہ ہے۔ آیا نعمت اللہ ولی کرمانی کا جیسا کہ آجکل بعض لوگ خیال کرتے ہیں یا نعمت اللہ ولی ہندوستانی کا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ کی کتاب اربعین پر بنیاد رکھ کر لکھا ہے؟ سرِ دست اِس بات کو بیان کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ بعض لوگوں نے سرے سے اِس قصیدہ کے وجود ہی سے انکار کر دیا ہے وہ اِس بات کے قائل ہیں کہ کسی نعمت اللہ بزرگ کا یہ قصیدہ نہیں بلکہ سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ کے متبعین نے اِس قصیدہ کو گھڑا ہے تا کہ وہ سید احمد صاحب رحمۃ کی ولایت کو ثابت کر سکیں۔

(۲)

اب مَیں ذیل میں اِس پیشگوئی کا خلاصہ اُردو زبان میں اور حتی الوسع حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔

حضرت نعمت اللہ ولی صاحب اِس قصیدہ میں فرماتے ہیں:—

(۱) از نجوم ایں سخن نمیگویم
بلکہ از کردگار مے بینم

"جو کچھ مَیں اِن ابیات میں لکھوں گا وہ منجمانہ خبر نہیں بلکہ الہامی طور پر مجھ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا ہے" اور وہ یہ ہے کہ:—

(۲) غینؔ و رےؔ سال چوں گزشت از سال
بوالعجب کاروبار مے بینم

"تیرھویں صدی کے شروع ہوتے ہی ایک انقلاب دنیا میں آئے گا اور تعجب انگیز باتیں ظہور میں آئیں گی (کیونکہ) ہجرت کے بارہ سو سال گزرنے کے ساتھ ہی میں دیکھتا ہوں کہ لوالعجب کام ظاہر ہونے شروع ہو جائیں گے۔"

(۳) گرد در آئینۂ ضمیر جہاں
گرد و زنگ و غبار مے بینم

"دنیا سے صلاح اور تقویٰ اُٹھ جائیں گے۔ فتنوں کی گرد اُٹھے گی۔ گناہوں کا زنگ ترقی کریگا اور کینوں کے غبار ہر طرف پھیلیں گے یعنی عام عداوتیں پھیل جائیں گی۔ تفرقہ اور عناد پھیل جائے گا اور محبت اور ہمدردی اُٹھ جائیگی مگر اِن باتوں کو دیکھ کر غم نہیں کرنا چاہیئے۔"

(۴) ظلمتِ ظلم ظالمانِ دیار
بے حد و بے شمار مے بینم

"ظلم کا اندھیرا انتہا کو پہنچ جائے گا۔ حاکم رعیت پر اور ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر اور شریک شریک پر ظلم کرے گا اور ایسے لوگ کم ہوں گے جو عدل پر قائم ہوں۔"

(۵) جنگ و آشوب و فتنہ و بیداد
درمیان و کنار مے بینم

"ہندوستان کے درمیان میں اور اس کے کناروں میں بڑے بڑے فتنے اُٹھیں گے اور جنگ ہوگا اور ظلم ہوگا۔" (یہ اُن واقعاتِ جنگ و جدل اور غدر کی طرف اشارہ ہے جو انگریزی حکومت کے استحکام کے قیام کے دوران ہندوستان میں پیدا ہوئے)

(۶) بندہ را خواجہ وش مے یابم
خواجہ را بندہ وار مے بینم

"ایسے انقلاب ظہور میں آئیں گے کہ امیر سے فقیر اور فقیر سے امیر بن جائیں گے۔" (یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انگریزی حکومت کے قیام کے نتیجہ میں مسلمان اور خاص طور پر اُنکے شاہی خاندانوں کے افراد فقر اور غربت کی حالت میں پڑ جائیں گے اور ہندو جو محکوم تھے وہ انگریزوں کی عنایت کی وجہ سے ترقی کریں گے اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو جائیں گے)

(۷) سکۂ نو زنند بر رُخِ زر
در ہمش کم عیار مے بینم

"ہندوستان کی پہلی بادشاہی جاتی رہے گی اور نیا سکہ چلے گا جو کم عیار ہوگا۔" (یعنی ہندوستان پر انگریزی حکومت قائم ہو جائے گی۔)

(۸) ہر یکے از حاکمانِ ہفت اقلیم
دیگرے را دوچار مے بینم

"ہفت اقلیم کے تمام بادشاہوں کو میں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار دیکھتا ہوں۔"

(۹) ماہ را روسیاہ مے نگرم
مہر را دلفگار مے بینم

"چاند کو میں روسیاہ اور سورج کو بوجہ گرہن دلفگار دیکھتا ہوں۔" (یعنی جب مسیح اور مہدی

کا ظہور ہوگا تو احادیث نبوی کے مطابق سورج
اور چاند کو گرہن لگیں گے)

(۱۰) حالِ ہند خراب مے یابم
جور ترک تبارے بینم
"مجھے اس زمانہ میں ہندوستان کا حال خراب
نظر آتا ہے......"

(۱۱) بعضے اشجارِ بوستانِ جہاں
بے بہار و ثمارے بینم
"اس زمانہ میں قحط پڑیں گے اور باغات کو
پھل نہیں لگیں گے۔"

(۱۲) غم مخور زانکہ من دریں تشویش
خرمی وصل یارے بینم
"(لیکن) اس تشویش اور فتنہ کے زمانہ میں غم
نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ اصل
یار کی خوشی بھی ان فتنوں کے ساتھ اور ان
کے درمیان ہے۔"

(۱۳) چوں زمستان بے چمن بگذشت
شمسِ خوش بہارے بینم
"جب زمستان بے چمن (یعنی تیرھویں صدی
کا موسم خزاں) گزر جائے گا تو چودھویں
صدی کے سر پر آفتاب بہار کھلے گا۔ یعنی
مجدّدِ وقت ظہور کرے گا۔"

(۱۴) دورِ او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگارے بینم
"جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائیگا
تو اس کے نمونہ پر اس کا لڑکا یادگار رہ جائے گا۔
یعنی...... خدا تعالیٰ اس کو ایک **لڑکا پارسا**
دے گا جو اس کے **نمونہ** پر ہوگا۔ اور اسی
کے رنگ سے **رنگین** ہوگا اور وہ اس کے بعد
اس کی **یادگار** ہوگا۔"

(۱۵) بندگان جنابِ حضرتِ او
سر بسر تاجدارے بینم
"یہ بھی مقدر ہے کہ بالآخر امراء اور ملوک اس
کے معتقد ہو جائیں گے اور اس کی نسبت ارادت
پیدا کرنا بعضوں کے لئے دنیوی اقبال اور تاجداری
کا موجب ہوگا۔"

یہ شعر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
اس الہام کے مطابق ہے کہ "تیرا خدا تیرے اس فعل
سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا
یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت
ڈھونڈیں گے۔" اس الہام اور پیشگوئی کے
پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں
گیمبیا کے گورنر جنرل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی غلامی میں داخل ہوئے ہیں۔

(۱۶) گلشنِ شرع را ہمے بویم
گلِ دین را بہارے بینم
"اس سے شریعت تازہ ہو جائے گی اور دین
کے شگوفوں کو پھل لگیں گے۔"

یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
اس الہام کے مطابق ہے يُحْيِي الدِّيْنَ وَيُقِيْمُ

الشَّرِیْعَۃَ کہ وہ موعود دین کو زندہ کریگا اور
شریعت کو قائم کرے گا۔

(۱۷) تا چہل سال اے برادرِ من
دَورِ آں شہسوار مے بینم

"اُس روز سے جو وہ امام ملہم ہو کر اپنے تئیں ظاہر
کرے گا چالیس برس تک زندگی کرے گا۔"

(۱۸) عاصیاں را از امامِ معصوم
خجل و شرمسار مے بینم

"اُس کے مخالف نافرمان بھی ہوں گے لیکن اُن
کے لئے آخر خجالت و شرمساری مقدر ہے۔"
کیونکہ وہ علم کی تلوار سے کاٹے جائیں گے اور
ذلیل و رسوا ہوں گے۔"

(۱۹) یدِ بیضا کہ باز تابندہ
باز با ذوالفقار مے بینم

کیونکہ "اُس کا چمکنے والا ہاتھ وہ کام کرے گا
جو پہلے زمانہ میں ذوالفقار کرتی تھی۔" اس میں
یہ پیشگوئی ہے کہ وہ تلوار کے جہاد کو عارضی طور
پر موقوف کرے گا اور قلم کے جہاد کو شروع کریگا۔

(۲۰) صورت و سیرتش چو پیغمبر
علم و علمش شعار مے بینم

"وہ ظاہر و باطن اپنا نبی کی مانند رکھتا ہے۔
اور شانِ نبوت اُس میں نمایاں ہے اور علم اور
حلم اُس کا شعار ہے۔"

(۲۱) زینتِ شرع و رونقِ اسلام
محکم و استوار مے بینم

"اُس کے آنے سے شرع آرائش پکڑ جائے گی
اور اسلام رونق پر آجائے گا اور دینِ متین محمدی
محکم و استوار ہو جائے گا۔"
یہ شعر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے اِس الہام کے مطابق ہے "بخرام کہ وقتِ تو
نزدیک رسید و پائے محمدیان برمنارِ بلند تر
محکم افتاد۔"

(۲۲) ا ح م و دال مے خوانم
نام آں نامدار مے بینم

"کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا ہے کہ نام اُس
امام کا احمد ہوگا۔ اس کے آنے سے اسلام کے
دن پھریں گے اور دین کو ترقی ہوگی۔"

(۲۳-۲۴) بادشاہ تمام ہفت اقلیم
شاہِ عالی تبار مے بینم
مہدیٔ وقت و عیسیٔ دوران
ہر دو را شہسوار مے بینم

"مجھے وہ ایک شاہی عالی خاندان ہفت اقلیم کا بادشاہ
نظر آتا ہے۔ وہ مہدی بھی ہوگا اور عیسیٰ بھی ہوگا۔
دونوں صفات کا حامل ہوگا۔"

(۳)

بعض اشعار کی وضاحت

(الف) اب میں بعض اشعار کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

غین و رے سال چوں گزشت از سال
بوالعجب کاروبار مے بینم

اربعین میں جس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ شعر لیا ہے اور کلکتہ ریویو جلد ۵ نمبر ۱ میں یہ شعر اسی طرح درج ہے لیکن اس کے علاوہ بعض دوسرے نسخوں میں "غ، درسے سال" کی بجائے "غ - ذ - دال" بعض میں "غ - ذ - ذال" اور بعض میں "ض، ذ، ذال" آیا ہے۔ چراغ حسن حسرت اور چوہدری محمد حسین ایم۔اے نے یہ اعتراض کیا ہے کہ (نعوذ باللہ) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شعر میں تحریف کر دی ہے۔ حالانکہ یہ شعر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کتاب سے لیا ہے جو آپؑ کے دعویٰ سے ۴۲ سال قبل چھپ کر شائع اور مشہور ہو چکی تھی۔ لہذا اگر کسی پر تحریف کا الزام آتا ہے تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں ہیں بلکہ صاحب "اربعین" ہیں۔ لیکن کیا معترض مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ ایسے مجدد اور بزرگ عالم پر تحریف کا الزام لگانے کو تیار ہے؟ کیا اس کی غیرتِ دینی اسکو برداشت کرے گی؟ پھر وہ کیوں خدا سے نہیں ڈرتا اور امام معصوم پر محض تعصب کی وجہ سے گند اچھالتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ لکھا ہے وہ اربعین کے حوالے سے لکھا ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کے پاس کوئی ایسی قطعی دلیل موجود نہیں جس سے یہ پتہ چل سکے کہ اصلی شعر "غ، درسال" کے ساتھ نہیں بلکہ کسی اور طرح آتا ہے۔ ایسا کہنا صرف ایک قیاسی بات ہے اور اس کے غلط ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے طبع ہونیوالے قصیدہ میں "غین، درسے سال" کے الفاظ ہی آئے ہیں جن کا زمانہ سنہ ۱۲۰۰ھ بنتا ہے۔ اور یہ زمانہ ابن ماجہ کی حدیث الآیات بعد المأتین کے عین مطابق ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بمطابق علامہ سندی یہ فرمایا کہ آخری زمانہ کی عجیب علامات سنہ ۱۲۰۰ ہجری گزرنے پر ظاہر ہوں گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس شعر میں ایک پیشگوئی کی گئی ہے وہ یہ کہ سنہ ۱۲۰۰ھ کے گزرنے کے بعد عجیب و غریب واقعات دنیا میں رونما ہوں گے۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ نہیں؟ یقیناً ہوئی ——— تیرھویں صدی میں جو کچھ دنیا میں رونما ہوا اس سے قبل کبھی نہیں ہوا۔ تیرھویں صدی میں ہی تمام علامات جو آخری زمانہ کے متعلق قرآن و حدیث اور دوسرے صحیفوں میں درج تھیں رونما ہوئیں۔

معترض کہتے ہیں کہ اصل شعر میں "غین، درسے سال" نہیں بلکہ مثلاً "غ - ذ - دال" ہے جس کے مطابق سنہ ۱۷۳۵ھ بنتا ہے یا "غ - ذ - ذال" جس کے مطابق سنہ ۱۷۰۰ ہجری بنتا ہے یا "ض - ذ - ذال" جس کے مطابق سنہ ۱۵۰۷ھ بنتا ہے تو ہمیں ثابت کرنا ہوگا کہ کیا سنہ ۱۷۰۵ ہجری گزرنے کے بعد بوالعجب کام جن کی طرف یہ قصیدہ اشارہ کرتا ہے ظاہر ہوئے؟ لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہوا۔ یا پھر ہمیں ثابت کرنا ہوگا کہ مسیح اور مہدیٔ موعود کی علامات جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں اور جن میں سے بعض کی طرف یہ قصیدہ اشارہ کرتا ہے وہ تیرھویں صدی میں ظاہر نہیں ہوئیں بلکہ سولھویں یا اٹھارھویں صدی میں ظاہر ہوں گی۔ لیکن ایسا بھی ہم نہیں کہہ سکتے کیونکہ آخری زمانہ کی تمام علامات اس صدی میں پوری ہو چکی ہیں۔ پس واقعات کی گواہی،

قرآن مجید کی گواہی اور حدیث کی گواہی بھی ہے کہ اصل شعر "غ، رے سال" کے ساتھ ہی ہے۔ ایچ بات یہ ہے کہ "غ، رے سال" اصل الفاظ ہیں۔ ان میں بعد میں ردوبدل کیا گیا ہے۔ چنانچہ بعض نے ان کو "غ، ذ، ذال" بنالیا، بعض نے "ض، ز، ذال" وغیرہ وغیرہ۔ اس ردوبدل کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس شعر میں دو دفعہ لفظ سال آیا ہے جو بعض لوگوں کے لئے تعجب خیز ہے۔ چنانچہ "عمدۃ التنقیح" جو بابیوں کی کتاب ہے میں لکھا ہے:-

"اس شعر میں دست برد فرمائی گئی ہے
لفظ سال مکرر آنا شعراء جانتے ہیں کہ
کیسا قبیح ہے۔ اصل شعر تو اس طرح ہے
(کوئی واقعاتی دلیل نہیں دی۔ ناقل)
غین، رے، سین چوں گزشت از سال
بوالعجب کاروبار سے بینم
یعنی ۱۲۶۰ھ گزرنے پر کاروبار عجیب
نظر آیا ہے" (ص ۴۳)

حالانکہ اس شعر میں لفظ "سال" مکرر آنا قطعاً تعجب خیز نہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شعر کا ترجمہ کیا ہے۔ دوسرا لفظ سال ہجری کے سن کی طرف اشارہ کرتا ہے اور شعر کا مطلب یہ بنتا ہے کہ جب "غ" اور "رے" سال ہجری کے سن سے گزر جائیں گے یعنی ۱۲۰۰ھ ختم ہو جائیں گے تو عجیب کاروبار نمایاں ہونگے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ:-

اوّل:- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس شعر میں تحریف کرنے کا الزام کسی بھی صورت میں نہیں لگ سکتا۔ اگر کسی نے تحریف کی ہے تو (نعوذ باللہ) صاحب اربعین مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید نے کی ہے۔

دوم:- واقعات اور الہامی صحیفے اس بات کے گواہ ہیں کہ اس شعر میں جو زمانہ بتایا گیا ہے وہ سنہ ۱۲۰۰ھ کے بعد کا ہی ہے پس اس شعر میں "غین، رے سال" کے الفاظ ہی درست ہیں۔

سوم:- کسی کے پاس کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جس سے پتہ چل سکے کہ "غین و رے سال" شعر کے اصل الفاظ نہیں۔ یہ اعتراض محض بے بنیاد قیاس پر مبنی ہے۔ اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل الفاظ "غین و ری سال" ہی ہیں باقی دوسرے الفاظ تحریف کا نتیجہ ہیں۔

(ب) چوں زمستانِ بے چمن بگذشت
شمس خوش بہار سے بینم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "زمستانِ بے چمن" سے مراد تیرھویں صدی کا موسم خزاں لیا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ زمستان کے معنے سردی اور جاڑے کے ہیں۔ اس شعر میں "بے چمن" کے موصوف کے طور پر آیا ہے۔ اس طرح زمستان بے چمن (سخت سرد اور بے بہار موسم) سے مراد موسم خزاں ہی بنتی ہے۔ "غین و ری سال" والے شعر میں بتایا تھا کہ بارھویں صدی گزرنے پر ہندوستان میں خاص طور پر اور باقی ملکوں میں عمومی طور پر عجیب اور حیرت انگیز روحانی اور مادی انقلابات برپا ہوں گے۔ پھر بعد میں ان کی تشریح میں کچھ بیان کیا۔

اس شعر میں اس زمانہ کو موسم خزاں سے تشبیہ دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ جب یہ زمانہ یعنی ۱۲۰۰ سال کے بعد کا زمانہ یعنی تیرھویں صدی کا زمانہ گزر جائے گا تو **آفتاب بہار** نکلے گا جو اگلی صدی یعنی چودھویں صدی کے شروع میں چڑھے گا۔ اس بات کا مزید ثبوت یہ ہے کہ ایک شعر میں اس فتنہ کے زمانہ میں ایک نائب مہدی کے آنے کی پیشگوئی بھی کی ہے جو مہدی سے پہلے آئے گا جس کا مطلب یہ ہے کہ مہدی اس زمانہ میں نہیں بلکہ اس کے بعد آئے گا۔ غرض اس شعر میں بڑی وضاحت کے ساتھ بتا دیا کہ مسیح **موعود کا ظہور چودھویں صدی** کے شروع میں ہوگا۔ پس حسرت کا یہ اعتراض غلط ثابت ہوتا ہے کہ:-

"تیرھویں صدی اور اس کا آخر
خواہ مخواہ مراد لیا ہے۔ اور **شمس**
خوش بہارت کیونکر ثابت ہو گیا کہ
چودھویں صدی کے سر پر ظہور
کرے گا"

(ج) دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر فرزند حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے متعلق پیشگوئی کی گئی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو ایک بیٹا دیگا جو اس کا مثیل ہوگا اور اس کا زمانہ گویا مسیح موعود کا زمانہ ہوگا۔ اس شعر میں ایک ایسی علامت بیان کی گئی ہے جس کا ذکر احادیث اور پرانے نوشتوں میں آتا ہے نیز جو سوائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی بھی ماموریت من اللہ ہونے کے مدعی کے وجود میں پوری نہیں ہوتی

براؤن نے اپنی کتاب پسرش والے شعر سے پہلے یہ شعر دیا ہے ؎

نائب مہدی آشکار شود
بلکہ من آشکار مے بینم

حسرت نے یہ اعتراض کیا ہے کہ پسرش والے شعر میں جس پسر کا ذکر ہے وہ نائب مہدی سے تعلق رکھتا ہے مہدی سے نہیں۔ **اوّل** تو یہ بات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے خلاف ہے کہ نائب مہدی کو موعود بیٹا دیا جائے گا کیونکہ حدیث میں صرف مسیح موعود کے متعلق آیا ہے "يَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ" کہ وہ شادی کرے گا اور اس کے اولاد ہوگی جو خاص نشانات الٰہیہ کی حامل ہوگی۔ پس پسرش والی پیشگوئی مسیح و مہدی موعود کے متعلق ہی ہو سکتی ہے نائب مہدی کے متعلق نہیں ہو سکتی۔

پھر مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ نے اس شعر کو "اربعین" میں نقل نہیں کیا اور کوئی وجہ نہیں کہ یہ کہا جائے کہ انہوں نے اربعین میں جس دیوان سے اس قصیدہ کو نقل کیا ہے وہاں تو یہ شعر موجود تھا لیکن انہوں نے اس غرض سے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا کہ وہ سید احمد صاحب بریلوی کے متعلق اس قصیدہ کی پیشگوئی کو سچا ثابت کر سکیں کیونکہ پسرش والا شعر بھی سید احمد صاحب بریلویؒ پر چسپاں نہیں ہوتا اور کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ اس شعر کو بھی اپنے دیوان میں نقل نہ کرتے۔

عین ممکن ہے کہ نعمت اللہ ولی صاحبؒ نے نائب مہدی والا شعر بھی کہا ہو اور وہ اس نسخہ میں موجود نہ ہو

جس سے اربعین میں قصیدہ کو نقل کیا گیا ہے۔ اور اگر یہ شعر بھی نعمت اللہ ولی صاحبؒ کا ہو تو اس کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) یہ کہ یہ شعر سید احمد صاحب بریلویؒ کی آمد کے متعلق ہے جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ وہ آپ کے لئے بطور ارہاص کے آئے تھے (۲) یا پھر یہ شعر حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق قرار پائے گا اور اشعار کی ترتیب یوں قائم ہوگی:-

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم
نائبِ مہدی آشکار شود
بلکہ من آشکار مے بینم

یعنی جب مسیح موعود کا زمانہ بخیر و خوبی تمام ہوگا تو اس کا بیٹا اس کی یادگار ہوگا۔ جو اس کا نائب ہوگا اس کا مثیل ہوگا اور نائبِ مہدی ہونے کے اعتبار سے مصلح موعود ہوگا۔ اور وہ ضرور بالضرور دنیا میں بھیجا جائے گا تا کہ مسیح موعود کا زمانہ ممتد ہو جائے۔

یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہیئے کہ اس قصیدہ کی جس نقل میں "نائب مہدی" والا شعر ہے اس میں "مہدی وقت و عیسیٰ دوراں" والا شعر بھی موجود ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ ان دو اشعار میں دو مختلف پیشگوئیاں کی گئی ہیں ایک نائب مہدی کی، ایک مسیح و مہدی کی۔

(د) تا چہل سال اے برادرِ من
دورِ آں شہسوار مے بینم

اس شعر پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ دعویٰ ماموریت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف ۲۶ سال زندہ رہے اس طرح آپ کا دور چہل سال نہیں بلکہ ۲۶ سال پر ختم ہو گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اعتراض کرنے والے نے اس بات کو نہیں سمجھا کہ آپؑ کا دور کب شروع ہوا؟ آپ کا دور اس وقت شروع ہوا جب خدا تعالیٰ نے آپؑ کو مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف فرمایا۔ براہین احمدیہ صفحہ ۵۲۰ پر آپؑ کا یہ الہام درج ہے کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔" یہ الہام ۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں ہوا۔ آپؑ کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ اس طرح آپؑ اس الہام کے بعد پورے چالیس سال تک زندہ رہے۔

(ھ) ا، ح، م، د دال مے خوانم
نام آں نامدار مے بینم

براؤن کی کتاب اور دوسرے چند نسخوں میں پہلا مصرعہ یوں لکھا ہے ؎

م، ح، م، دال مے خوانم

اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس شعر میں تحریف کی ہے حالانکہ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے تحریف کا الزام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کسی صورت میں نہیں آتا اگر آتا ہے تو مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ پر آتا ہے کیونکہ انہوں نے پہلا مصرعہ "ا، ح، م و دال" کے ساتھ ہی لکھا ہے۔ غرض ۴۴ سال قبل اس شعر کا موجود ہونا اور مشہور ہونا اور ضبطِ تحریر میں آنا اس بات میں کسی بھی شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑتا کہ اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ حضرت محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کو یہ غلطی لگی ہے کہ انہوں نے اس شعر کی وجہ سے یہ سمجھ لیا

کہ یہ قصیدہ حضرت سید احمد صاحب بریلوی رح کے متعلق ہے، حالانکہ سوائے نام احمد کے سید احمد صاحب رح میں اس قصیدہ میں بتائی ہوئی علامتوں میں سے کوئی علامت بھی پوری نہیں ہوتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نام احمد کی علامت بھی پوری ہوتی ہے اور باقی تمام علامتیں بھی پوری ہوتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ شعر نعمت اللہ ولی نے دونوں طرح کہا ہو "اح م دال" کے ساتھ بھی اور "م ح م دال" کے ساتھ بھی۔ اس صورت میں ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ "اح م دال" لانے سے ان کی مراد یہ تھی کہ مسیح موعود کا ذاتی نام احمد ہوگا اور "م ح م دال" لانے سے ان کی مراد یہ تھی کہ مسیح موعود کا صفاتی نام اس وجہ سے کہ وہ اپنی ذات کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں فنا کر دیگا محمد ہوگا۔ گویا یہ ظلیتِ کاملہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس مضمون کو نعمت اللہ ولی نے ایک اور شعر میں اس طرح باندھا ہے ؎

صورت و سیرتش چو پیغمبر
علم و حلمش شعار مے بینم

اسی بنا پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہامی نام بطور ظلّ محمدؐ بھی ہے۔

(و) مہدیٔ وقت و عیسیٔ دوران
ہر دو را شہسوار مے بینم

یعنی مسیح موعود مہدی بھی ہوگا۔ یہ ابن ماجہ کی حدیث "ولا المہدی الّا عیسیٰ" کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس شخص کے متعلق یہ پیشگوئی کی جا رہی ہے وہ مسیح اور مہدی ہونیکا دعویٰ کرے گا۔ اس کے وجود میں مسیح اور مہدی دونوں کی علامات پوری ہوں گی، اس کے آنے سے اسلام اور مسلمانوں کے دن پھریں گے اور کسرِ صلیب ہوگی۔

(ز) ماہ را روسیاہ مے بینم
مہر را دلفگار مے بینم

یہ شعر قطعی طور پر ثابت کر دیتا ہے کہ یہ قصیدہ صرف اور صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہے۔ یہ شعر اس قصیدہ کے مختلف نسخوں میں پایا جاتا ہے جس سے اس کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ براؤن کے نسخہ میں یہ پندرھواں ۱۵ شعر ہے۔ خواجہ عبدالغنی نمکوی کے نسخہ میں بیسواں ۲۰ اور اربعین میں ستائیسواں ۲۷۔ یہ دارقطنی کی سُنن میں بیان شدہ حدیث کی اُس پیشگوئی کے مطابق ہے جس میں مسیح موعود کی علامتوں میں کسوف و خسوف کا نشان بھی ایک علامت قرار دیا گیا ہے۔ حدیث یوں ہے:۔

اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا
مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
يَنْخَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ
مِنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ
فِي النِّصْفِ مِنْهُ ۔(الدارقطنی ص۱۸۸)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہدویت کا دعویٰ ۱۳۰۶ھ ہجری میں کیا اور ۱۳۱۱ھ میں رمضان کے مہینہ میں چاند کی تیرھویں تاریخ یعنی قمر کے گرہن کی مقررہ تاریخوں میں سے پہلی رات کو مطابق حدیث اور سورج گرہن کے مقررہ دنوں میں سے بیچ کے دن یعنی رمضان کے مہینہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو کرۂ مشرقی میں گرہن لگا۔ اور پھر

اگلے سال انہی تاریخوں میں چاند اور سورج کو کرۂ مغربی میں گرہن لگا۔ غرض اس شعر میں جو علامت بتائی گئی ہے نہ صرف یہ کہ اس کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ہوتی ہے بلکہ واقعات بھی اس کی صداقت پر گواہی دیتے ہیں اور منصف مزاج انسان کو ماننا پڑتا ہے کہ جو کچھ ان اشعار میں نعمت اللہ صاحب ولیؒ نے بیان کیا وہ سب کچھ خدا کی طرف سے خبر پا کر بیان کیا اور حرف بحرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں پُورا ہو گیا۔ تاریخ گواہی دیتی ہے کہ تیرھویں صدی میں دنیا میں اور خصوصاً ہندوستان میں بڑے بڑے انقلاب آئے۔ دنیا سے امن جاتا رہا، دنیا سے ایمان جاتا رہا، دنیا فساد اور جنگ اور فتن کی آماجگاہ بن گئی، حکومتیں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہوئیں، چھوٹے بڑے اور بڑے چھوٹے ہو گئے، ہندوستان میں انگریزی حکومت فاتح ہوئی اور عیسائی دجل نے بہت اندھیر مچایا تب جیسا کہ اس قصیدہ میں بتایا گیا تھا مسیح و مہدی علیہ السلام چودھویں صدی کے شروع میں دنیا میں ظاہر ہوئے۔ آپ کے ذریعہ سے اسلام اور قرآن کو دوبارہ دنیا میں قائم کیا گیا اور دیانتِ محمدیاں مضبوطی سے دنیا میں قائم ہو گئے۔ آپ کلیتہً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگین تھے اور آپ کا نام احمد و محمد تھا۔ آسمان نے بھی آپ کے حق میں گواہی دی۔ چاند اور سورج کو پیشگوئی کے عین مطابق متواتر دو سال گرہن لگے۔ مستقبل نے بھی آپ کے حق میں گواہی دی۔ آپ کو عظیم الشان بیٹا مصلح موعود دیا گیا جس کی پچاس سالہ خلافت نے اس بات کو دنیا پر اظہر من الشمس واضح کر دیا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی دراصل مسیح و مہدی موعود تھے۔ آپ کے ذریعہ ہی کسرِ صلیب ہوا اور خدا تعالیٰ سے الہام پانے کے بعد آپ نے ۴۰ سال تک زندگی پائی۔

قصیدہ کی تاریخی حیثیت — یہ قصیدہ کس نعمت اللہ ولی کا ہے؟

جیسا کہ اس مضمون کے شروع میں بتایا گیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قصیدہ کو "الاربعین فی احوال المہدیین" کے بیان پر بنا رکھ کر حضرت نعمت اللہ ولی ہندوستانی کی طرف منسوب کیا ہے لیکن اس زمانہ میں یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ قصیدہ نعمت اللہ ولی کرمانی کا ہے نہ کہ نعمت اللہ ولی ہندوستانی کا۔ معترض کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر (نعوذ باللہ) لاعلمی اور کذب کا الزام لگائے۔ چوہدری محمد حسین ایم اے اپنی کتاب "کاشف مغالطہ قادیانی" میں لکھتے ہیں:-

> "جو معتبر شہادت کہ ہم نے اُوپر لکھی ہے مرزا صاحب سے بزبانِ حال شاکی اور نالاں ہے اور اُن کے صریح مخالف ہے (یعنی قصیدہ نعمت اللہ ولی) مرزا صاحب نے اسے اپنے حق میں ۱۸۹۲ء میں شائع کیا تھا۔ اٹھائیس سال کے بعد پروفیسر براؤن کی عنایت سے آج یہ شہادت طشت از بام ہوتی ہے اور اپنے اصلی رنگ میں کھلے طور پر دنیا کے اور خاص کر

مسلمانوں کے سامنے پیش ہوتی ہے۔
مسلمان پروفیسر صاحب کا جتنا بھی شکریہ
ادا کریں کم ہے ..... وہ دو شکریوں
کے مستحق ہیں۔ ادبی لوگ بھی انکے ممنون
ہیں اور مذہبی بھی[۱]" (صفحہ ۱۴)

اسی طرح چراغ حسن حسرت نے لکھا ہے :-

"مرزا صاحب شاہ نعمت اللہ
کے حالات سے قطعاً بے خبر
تھے ...... نعمت اللہ شاہ رُخ
مرزا کے عہد میں ہوئے جو خانوادہ
تیموریہ کا ایک با اقبال فرمانروا
تھا .... شاہ صاحب سلوک
وطریقت کے بزرگ تھے"

"اب فرمائیے کہاں وہ نواحِ
دہلی کے مرد باخدا اور کہاں
نور الدین نعمت اللہ کرمانی۔ کہاں
نواحِ دہلی میں سے قرار دینا بھی
مرزا صاحب کی عجیب و غریب
تحقیقات میں سے ہے[۲]"

غرض مخالفین احمدیت نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضور نے یہ قصیدہ نعمت اللہ ولی ہندوستانی کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہ قصیدہ نعمت اللہ ولی کرمانی کا ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ اس اعتراض کا جواب دیا جائے چند اصولی باتوں کا لکھنا ضروری ہے :-

اوّل یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قصیدہ کو جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کی کتاب پر بنیاد رکھ کر نعمت اللہ ولی ہندوستانی کی طرف منسوب کیا ہے اسلیئے تحریف یا لاعلمی کا اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کرنا سراسر غلط اور ناپاک جسارت ہے۔

دوم۔ ہمارے سامنے دو بیانات ہیں۔ ایک مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کا اور دوسرا پروفیسر براؤن کا۔ مولانا شہید صاحبؒ کی گواہی یہ ہے کہ :-

"نعمت اللہ ولی ہندوستان میں بزرگ
گزرے ہیں، وہ اپنے علاقہ میں مشہور
ہیں اور ان کا علاقہ دہلی کے نواح میں ہے۔

---

[۱] اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص یا تو سخت بددیانت ہے یا کلی طور پر جاہل۔ اگر وہ جانتا ہے کہ اربعین فی احوال المہدیین میں سید محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ نے حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ سے ۳۹ سال قبل اس کو شائع کر دیا تھا اور حضورؑ نے انہیں سے اس کو نقل کیا ہے اور اس کے باوجود وہ اعتراض کرتا ہے تو انتہائی بددیانت ہے اور اگر اُس کو اس بات کا علم نہیں تو بالکل جاہل ہے +

[۲] یہ حوالہ حسرت کی بےجا عداوت اور تعصب پر محمول ہونا چاہیئے یا اُن کی جہالت پر؟

۲- ان کا ایک دیوان بھی ہے۔

۳- اس دیوان میں زیر بحث قصیدہ موجود ہے۔

اسکے مقابل پر براؤن قریباً ایک سو سال کے بعد یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ قصیدہ نعمت اللہ کرمانی کا ہے کیونکہ ان کے مزار کے مجاوروں کے پاس ایک نسخہ اس کا موجود ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ہم اُمتِ محمدیہ کے ایک جید اور بزرگ عالم دین کی گواہی کو چھوڑ کر جبکہ ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی قطعی دلیل موجود نہیں ایک مستشرق کی گواہی کو قبول کر سکتے ہیں۔ اگر ہمیں مستشرق کی گواہی کو ضرور ہی قبول کرنا ہے تو ہمیں کسی طرح دونوں گواہیوں میں تطابق پیدا کرنا ہوگا۔[1]

سوم۔ اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ سید محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ نے غلط طور پر قصیدہ کو نعمت اللہ ولی ہندوستانی کی طرف منسوب کر دیا ہے تو بھی کیا فرق پڑتا ہے کیونکہ یہ بات سب کو تسلیم ہے کہ یہ قصیدہ موجود ہے۔ یہ بھی سب کو تسلیم ہے کہ اس میں پیشگوئیاں کی گئی ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے کم از کم ۲۹ سال قبل اس کی اشاعت ہو چکی تھی۔ دیکھنے والی بات صرف یہ رہ جاتی ہے کہ اس قصیدہ میں کی گئی پیشگوئیاں پوری ہوئیں یا نہیں اور کس شخص پر پوری ہوئیں؟ اگر یہ پیشگوئیاں پوری ہوگئیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پوری ہوگئیں (جیسا کہ واقعہ ہے اور ہم ثابت کر چکے ہیں) تو پھر مصنف قصیدہ کے متعلق بحث محض ایک علمی بحث بن کر رہ جاتی ہے جس کا اصل امر صداقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

چہارم۔ اشعار کی روایتوں میں جو اختلاف ہے ہمیں اس کو دور کرنے کا طریق بھی نکالنا چاہیئے۔ تاہم یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ یہ اختلاف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیدا کردہ نہیں بلکہ حضورؑ کے دعویٰ سے ۲۹ سال قبل بھی یہ اختلاف اس قصیدہ کے مختلف نسخوں میں موجود تھا۔

تحریف کے اعتراض کا جواب

اب ان اصولوں کی روشنی میں ہم تحریف کے اعتراض کا کسی قدر تفصیل سے جواب دیتے ہیں۔

اوّل۔ اُوپر لکھا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود

---

[1] میرا مطلب یہ نہیں کہ براؤن چونکہ مستشرق ہے اس لئے اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ چونکہ مسلمان ہیں اسلئے ان کی گواہی قابلِ قبول ہے۔ بلکہ میرا مطلب صرف اتنا ہے کہ دونوں گواہیوں میں سے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کی گواہی ایسی ہے کہ اسے کسی مضبوط دلیل کی بناء پر رد نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا ہمیں ان کی گواہی کو زیادہ وزن دینا چاہیئے۔ ایک انکے تقویٰ اور بزرگی کی وجہ سے اور دوسرے اس وجہ سے کہ انکا زمانہ براؤن کی نسبت نعمت اللہ ولیؒ کے زمانہ کے زیادہ قریب ہے۔

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کی گواہی پر اس قصیدہ کو نعمت اللہ ولی ہندوستانی کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ ایسے بزرگ کی گواہی پر شبہ کیا جائے۔ ان کی گواہی یہ ہے کہ انہوں نے خود نعمت اللہ ولی ہندوستانی کے دیوان سے اس قصیدہ کو اربعین میں نقل کیا ہے اور نعمت اللہ ولی دہلی کے رہنے والے ہیں۔ یہ قصیدہ انہیں اسی دیوان سے معلوم ہوا ہے۔ یہ بھی انکے دیوان سے معلوم ہوا کہ ان کی تاریخ ۵۶۰ھ ہے۔ اس کے مقابل پر براؤن اسکو نعمت اللہ کرمانی کی طرف منسوب کرتا ہے لیکن وہ اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ نعمت اللہ کرمانی کا وہ دیوان جو ۱۲۷۶ ہجری مطابق ۱۸۶۰ء میں شائع ہوا اُس میں اِس نظم کا کہیں ذکر نہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ۱۲۶۸ھ ۲۵ محرم الحرام کو یہ قصیدہ اربعین میں چھپ چکا تھا۔ اور چونکہ وہاں اسے کسی اَور دیوان سے نقل کیا گیا تھا اسلئے یقیناً ۱۲۶۸ ہجری سے پہلے ہی اس کی اشاعت ہو چکی تھی۔ نیز یہ ۱۲۷۶ھ میں کلکتہ ریویو جلد ۵ نمبر ۱۰۰ میں بھی چھپ چکا تھا اور پروفیسر ہنٹر کی تحریر کے مطابق شمالی ہندوستان میں خوب مشہور ہو چکا تھا۔ غرض ۱۲۶۸ ہجری سے قبل اور بعد میں بھی اس کا اچھی طرح شائع ہو جانا اور ہندوستان میں مشہور ہو جانا لیکن اس کے باوجود کرمانی کے دیوان میں اس کا نہ پایا جانا اِس بات کی ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ یہ قصیدہ نعمت اللہ کرمانی کا نہیں ورنہ ضرور اُن کے دیوان میں آ جاتا[1] بلکہ بعد میں اِس قصیدہ کو انکی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

دوسرے - براؤن جس وجہ سے یہ قصیدہ نعمت اللہ کرمانی کا بتاتا ہے وہ یہ ہے کہ اُس نے اِس قصیدہ کا ایک نسخہ کرمان میں نعمت اللہ ولی کے مزار کے مجاوروں کے پاس دیکھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ انہی کا قصیدہ ہوتا اور اس کے نسخے انہی کے نام سے موجود ہوتے تو کیوں اُن کے دیوان میں اس کو شامل نہ کیا جاتا؟ - پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ قصیدہ ان کا نہیں تو ان کے مزار کے مجاوروں کے پاس کیسے پہنچ گیا؟ قرائن بتاتے ہیں کہ یہ ہندوستان سے کرمان پہنچ گیا اور کرمان پہنچنے پر اُن کی نسبت سے ایران میں مشہور ہو گیا۔ ایک بڑا قرینہ یہ ہے کہ نعمت اللہ ولی صاحبؒ ہندوستان آئے ہیں۔ چنانچہ فیروز الدین احمد اپنی کتاب "مختصر سوانح عمری

---

[1] خاکسار نے نعمت اللہ ولی کا جو دیوان پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں دیکھا ہے اس میں بھی یہ قصیدہ نہیں ہے۔

سراج العارفین قدوۃ السالکین حضرت نعمت اللہ شاہ ولی" میں لکھتے ہیں :-

"اس کے بعد آپ افغانستان
اور ہندوستان کے شہروں میں
بیس سال تک سیر و سیاحت میں
معروف رہے۔ چونکہ تخت دہلی پر
بعہد محمود شاہ تغلق طوائف الملوکی
حکومت کر رہی تھی اسلئے آپ دکن
کی طرف ۸۲۷ھ ہجری میں روانہ ہو گئے
جہاں آجکل بہمنی خاندان میں سے
حسن آباد گلبرگہ کے تخت پر سلطان احمد
شاہ جلوہ فرما تھا۔ یہ بادشاہ تعظیم
سادات و علماء و مشائخ میں بدل
معروف رہتا تھا شاہ صاحب کی
پیشوائی کر کے لایا اور رہائے ملاقات
پر مسجد تعمیر کی اور نعمت آباد نام
موضع آباد کیا جو آج تک دکن میں
مشہور و معروف قصبہ ہے"

تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں اُن کی اولاد بھی حیدر آباد کی حکومت کی دعوت پر ہندوستان آتی رہی۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ ہندوستان میں مشہور تھا لیکن جس زمانہ میں ولی کرمانی یا اُنکی اولاد ہندوستان آئی ہے نعمت اللہ ولی ہندوستانی حیدر آباد میں مشہور نہ تھے اسلئے عین ممکن ہے کہ اُن کی اولاد یہ سمجھ کر کہ اُن کے دادا جب ہندوستان آئے تھے تو انہوں نے یہ قصیدہ کہا ہو گا اِس قصیدہ کا کوئی قلمی نسخہ اپنے ساتھ ایران لے گئی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوم۔ یہ دعویٰ کہ یہ قصیدہ شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی کی طرف نادرست طور پر منسوب کیا گیا ہے بے بنیاد دعویٰ نہیں کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ کئی اور قصائد بھی ان کی طرف اسی طرح منسوب کئے گئے ہیں۔ چنانچہ مشرؔ نے ایک ایسا ہی قصیدہ ان کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے، اس میں ایک شعر یہ بھی ہے ؎

راست گویم پادشاہے در جہاں پیدا شود
نام او تیمور شہ صاحبقراں پیدا شود

کہ "مَیں سچ کہتا ہوں کہ ایک بادشاہ تیمور نام پیدا ہو گا . . . . ." ظاہر ہے کہ یہ قصیدہ نعمت اللہ ولی کرمانی کا نہیں ہو سکتا کیونکہ امیر تیمور نعمت اللہ ولی سے پہلے پیدا ہوا ہے۔ اس نے ۸۰۸ھ میں اور نعمت اللہ کرمانی نے ۸۲۸ھ میں وفات پائی ہے۔ فیروز الدین صاحب نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ قصیدہ نعمت اللہ صاحب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن یہ ان کا قصیدہ نہیں ہو سکتا۔[1]

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ یہ قصیدہ نعمت اللہ ولی کرمانی کا نہیں ہو سکتا۔ اب یہ سوال باقی رہ جاتا

---

[1] ص ۲۶، ۲۷۔

ہے کہ کیا ہندوستان میں بھی نعمت اللہ کے نام سے کوئی بزرگ گزرے ہیں؟ تو ہمیں تاریخ میں دو بزرگ نعمت اللہ ولی کے نام سے ہندوستان میں ملتے ہیں۔ ایک کا ذکر محمد ابوالحیات نے تذکرۃ الکرام کے صفحہ ۳۲۴ میں ہندوستان کے علماء اور اولیاء کا ذکر کرتے ہوئے کیا ہے اور دوسرے کا ذکر رئیس احمد جعفری نے اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء میں کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

> "حضرت شاہ (نعمت اللہ ولی صاحب) قدس سرہٗ کے تقدس اور معرفت کا شہرہ عالمگیر ہے اور بعض خرق عادات کا ذکر صوفیاء کرام کی زبان سے سُن کر اس بات کا شوق پیدا ہوا کہ آپ کے مزید حالات دریافت کئے جائیں اور کوئی معتبر ذریعہ ان کے اصل حالات کا نکالا جائے۔ تصوف کی اکثر کتابیں دیکھیں مگر کوائفِ شیخ کا کہیں پتہ نہ ملا۔ ایک صاحب نے بیان کیا کہ دہلی کے راقم الدولہ سید ظہور الدین احمد ظہیر جو سید جلال الدین کے فرزند ہیں حضرت شاہ صاحب کی اولاد میں سے ہیں لیکن آپ کے پاس بھی شاہ صاحب کے حالات نہیں۔ جوئندہ یابندہ مزید جستجو سے ایک کتاب پیر شاہ غلام حسین صاحب کی نظرِ ثانی کی ہوئی ہے مصنف کے نام کا پتہ نہیں ہے اور اوّل و آخر سے کم ہے دستیاب ہوئی۔"

مذکورہ بالا حوالہ سے پتہ چلتا ہے کہ نعمت اللہ ولی کی ذات ہندوستان میں مشہور ہونے کے باوجود ایک قسم کے پردہ میں چھپی ہوئی تھی۔

یہ بات بھی اس خیال کو تقویت دیتی ہے کہ اگر قصیدہ ان نعمت اللہ ولی کا ہی ہو تو بوجہ اپنی شہرت کے نعمت اللہ ولی کرمانی کی طرف منسوب ہو گیا ہو۔

رئیس احمد جعفری اس مضمون میں آگے چل کر لکھتے ہیں کہ حضرت سید مشرف جو نعمت اللہ ولی کے دادا تھے وہ ہمایوں کے عہد میں ہانسی مقام پر مقیم تھے اور وہیں ہمایوں بادشاہ نے ان کو جاگیر دی تھی۔ بعد میں نعمت اللہ صاحب کے والد ہانسی سے نارنول جو دہلی کے نواح میں ہے چلے آئے۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ شاہ صاحب کی تاریخ ولادت کا صحیح پتہ نہیں لیکن اتنا پتہ چلتا ہے کہ جب شاہ صاحب پیدا ہوئے ہیں تو ان کے والد سید عطاء اللہ صاحب "حضرت نظام الدین نارنولی" کی خدمت میں بطلب دعا حاضر ہوئے۔ تذکرہ اولیاء ہند سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ نظام الدین نارنولی کی وفات ۹۹۷ھ میں ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ۹۹۷ھ سے قبل نعمت اللہ ولی صاحب پیدا ہو چکے تھے۔ دوسرے قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نعمت اللہ ولی کا زمانہ ۹۵۰ھ کے قریب بنتا ہے۔

رئیس احمد جعفری کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب فارسی زبان میں قصائد کہا کرتے تھے اور فارسی اشعار میں ان کی پیشگوئیاں بھی ہیں۔ یہ حالات قدرتی طور پر ہمارا ذہن اس طرف پھیر دیتے ہیں کہ شاید یہ قصیدہ انہی نعمت اللہ ولی کا ہو۔ بہرحال نعمت اللہ

کرمانی کی نسبت یہ گمان کرنا کہ یہ قصیدہ اُن کا ہے زیادہ دُور از قیاس ہے بہ نسبت اس کے کہ یہ قیاس کیا جائے کہ یہ نعمت اللہ ولی نارنولی کا ہے۔ اگر یہ بات بھی درست ہو تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کو نعمت اللہ صاحب کی تاریخوں کے بارہ میں غلطی لگی ہے کیونکہ وہ ان کی تاریخوں کے بارے میں کوئی قطعی بات نہیں کرتے بلکہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ نعمت اللہ صاحب کے دیوان سے یہ تاریخیں پتہ چلتی ہیں اور تاریخوں کے بارہ میں دیوان سے قیاس کرنے میں غلطی لگ سکتی ہے۔ غرض اگر واقعات کی صحیح طور پر چھان بین کی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ قصیدہ نعمت اللہ ولی کرمانی کا ہرگز نہیں۔

خلاصۂ بحث اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ:-

اوّل:- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے کم از کم چالیس سال قبل یہ قصیدہ چھپ چکا اور مشہور ہو چکا تھا اور اس میں جو علامات مسیح اور مہدی کی بتائی گئی تھیں وہ تمام کی تمام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پوری ہو گئیں۔

دوم:- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قصیدہ میں کسی قسم کی تحریف نہیں کی۔ نیز جو کچھ حضورؑ نے مصنفِ قصیدہ کے متعلق لکھا ہے وہ اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ اس سے قبل مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ وہ سب کچھ اپنی کتاب اربعین میں لکھ چکے تھے۔

سوم:- مصنفِ قصیدہ کی شخصیت کے متعلق بحث اس قصیدہ میں بیان کردہ پیشگوئی کی صداقت پر کسی طور سے اثر انداز نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ کے دعوی سے ۴۹ سال قبل چھپ چکی تھی اور حضورؑ کی ذات پر پوری بھی ہو گئی۔

چہارم:- قرائن یہ بتاتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ ہی کی بات درست ہے کہ یہ قصیدہ نعمت اللہ ولی ہندوستانی کا ہے۔ اور براؤن کو اس بیان میں غلطی لگی ہے کہ یہ قصیدہ نعمت اللہ ولی کرمانی کا ہے۔

پنجم:- قرائن یہ بھی بتاتے ہیں کہ یہ قصیدہ ہندوستان اور ایران میں کافی مشہور ہوا۔ لیکن ایک لمبے عرصہ تک یہ صرف لوگوں کے ذہنوں میں محفوظ رہا۔ بعد میں جب اسے ضبطِ تحریر میں لایا گیا تو اس کے مختلف نسخوں میں اشعار کی ترتیب بدل گئی۔ نیز بعض اشعار بعض نسخوں میں درج ہونے سے رہ گئے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض اشعار نعمت اللہ صاحبؒ نے ایک سے زائد طریق پر کہے مثلاً "ر ح م دال" والا شعر۔ بعض نسخوں میں وہ ایک طرح آگیا اور بعض میں دوسری طرح۔ اور اس طرح بظاہر ان نسخوں میں اختلاف پیدا ہو گیا پھر بھی قرائن سے معلوم ہوا کہ اس کے بعض

اشعار میں تحریف بھی کی گئی تاہم یہ قصیدہ اپنی اصلیت کے لحاظ سے ضرور قابل سند ہے۔

نوٹ: ان کتب میں سے بعض کے نام جن کے حوالے اس مقالہ میں آتے ہیں :-

(۱) اربعین فی احوال المهدیین از مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی ؒ۔
(۲) کاشف مغالطہ قادیانی فی رد نشان آسمانی از چوہدری محمد حسین ایم۔اے۔
(۳) "مختصر سوانح عمری" از فیروز الدین احمد (سنہ ۱۹۰۹ء)۔
(۴) نیا تذکرۃ الاولیاء از رئیس احمد جعفری۔
(۵) "دی انڈین مسلمانز" از ڈبلیو۔ڈبلیو ہنٹر۔
(۶) ادبیاتِ ایران از پروفیسر براؤن۔

آخر میں مَیں اس امر کا بیان کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مقالہ کے لکھنے میں مَیں نے اپنے محترم بزرگ استاذی المکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ عنہ کی کتاب "تائید نشان آسمانی" سے بھی استفادہ کیا ہے اور ان کی کتاب کو بہت ہی مفید پایا ہے +

> # درخواست دُعا
> احباب سے خاص طور پر عرض ہے کہ معاونین الفرقان کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔جزاکم اللہ خیراً۔
> (ایڈیٹر)

حاصلِ مُطالعہ

(۱) ایک عجیب رؤیا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعض دریدہ دہن مخالفین کے متعلق اپنی تحریرات میں بعض جگہ اظہارِ حقیقت کے لئے بظاہر سخت الفاظ استعمال کئے ہیں اس پر بعض اصحاب اعتراض کرتے ہیں۔ ذیل کا رؤیا قابلِ توجہ ہے۔ لکھا ہے :-

"جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ جو واسطے نماز جمعہ کے مسجد جامع میں تشریف لے جاتے تو عمامہ آنکھوں پر رکھتے۔ایک شخص فصیح الدین نامی جو اکثر حضور میں حاضر رہتے تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! اس کی کیا وجہ ہے جو آپ اس طرح رہتے ہیں۔آپ نے اپنی نگاہ اتار کر ان کے سر پر رکھ دی۔ نگاہ پہنچتے ہی وہ بے ہوش ہو گئے۔جب دیر میں افاقہ ہوا عرض کیا کہ سو سو اسو کی شکل آدمی کی تھی اور کوئی ریچھ اور کوئی بندر اور کوئی خنزیر کی شکل تھا اور اس وقت مسجد میں پانچ چھ ہزار آدمی تھے حضرت نے فرمایا کہ میں کس کی طرف دیکھوں

اسی باعث سے نہیں دیکھتا۔"
(ملفوظات شاہ عبدالعزیزؒ اردو ص۲۲۷)

(۲) معراج نبویؐ روحانی تھا

ڈاکٹر محمد مصطفےٰ حلمی اپنی کتاب "تاریخ تصوّف اسلام" میں معراج نبوی کے متعلق مختلف آراء کو درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"ارباب فکر و رائے کا ایک گروہ اور اہم طبقہ اسراء اور معراج کے روحانی ہونے کا بھی قائل ہے۔ اور اس گروہ میں حضرت عائشہؓ جیسی امّ المومنین اور بعض دوسرے صحابہ کرام بھی شامل ہیں۔ لہٰذا اگر اسراء اور معراج کو روحانی مان لیا جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرتؐ تصفیہ قلب اور تنقیہ روح اور اشراق بصیرت اس درجہ مکمل ہو چکا تھا کہ آپؐ کی روح لطیف آسمان اور زمین پر جہاں چاہے منتقل ہو سکتی تھی۔ وہ تمام عالموں پر محیط تھی۔ اور ان عالموں کے جملہ حقائق مخفیہ اور دقائق غیبیہ آپؐ کی روح پر منکشف تھے۔"
(تاریخ تصوّف اسلام ترجمہ اردو از رئیس احمد جعفری ص۲۴۹، ۲۵۰)

(مرسلہ مرزا محمد شفیق انور جامعہ احمدیہ ربوہ)

(۳) امام آخر الزمان علیہ السلام کا انتظار

چودھویں صدی کی آمد کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی عظیم الشان پیشگوئی کی تکمیل مقدر تھی کہ بلا لحاظ فرقہ ہر مسلمان اس وقت کا منتظر تھا۔ چودھویں صدی آئی اور خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما دیا۔ ایک جماعت تو خوش نصیب نکلی کہ اس نے خدا تعالیٰ کے اس برگزیدہ کو مان کر اپنی پیاس بجھائی لیکن جنہیں یہ نعمت میسر نہیں آئی ان کا انتظار اضطراب کی صورت اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ ہفت روزہ "شیعہ" لاہور کی ۲۴ نومبر ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں صفحہ اوّل پر ایک نظم بعنوان "قصیدہ درشان امام آخر الزمان علیہ السلام" چھپی ہے اس کے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

سب دور ختم ہو گئے ہیں باقی ہیں آپ ہی
الفت کا بادہ ہاتھوں سے اپنے پلائیے

جو مر گئے ہیں شوق میں اُن کو جلائیے
بگڑی ہوئی ہماری بھی قسمت بنائیے

چودہ صدی بھی آ گئی اے بارھویں مرے
حجت تمام کیجئے پردہ اٹھائیے

دنیا میں آگ لگ گئی شعلے بھڑک اٹھے
آتشکدوں کو نور سے اپنے بجھائیے

کعبہ میں جا کے پہلے سے بستر جما تو لیں
آئیں گے آپ کب ہمیں اتنا بتائیے

ہر چیز آپ کی ہے زمانہ ہے آپ کا
محفل میں آ کے رنگ بھی اپنا جمائیے

اس وقت ناخدا بھی ہیں اُمت کے آپ ہی
گرداب سے بلا کے یہ کشتی بچائیے

قربان جسم و جاں ہے ہمدم کی آپ پر
آنکھوں میں آئیے مرے دل میں سمائیے

اے کاش! یہ لوگ جان جائیں کہ ...... انتظار کی گھڑیاں تو بیت چکیں اور امام الزمانؑ رونق محفل ہو چکے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

(خاکسار ملک محمود احمد ابن عبد الجلیل صاحب عشرت)

(۴) حدیث مجدد اور موجودہ صدی کا مجدد

مولوی رحمان علی صاحب اپنی کتاب "تذکرہ علمائے ہند" شائع کردہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی (طبع اوّل ۱۹۶۱ء) کے صفہ ۹ پر لکھتے ہیں :-

"حدیث شریف ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ من یجدد لھا امر دینھا اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے شروع میں ایسے شخص کو بھیجتا ہے جو اس کے دین کی تجدید کر دیتا ہے۔ سُنن ابی داؤد وغیرہ کتب معتبرہ میں مروی ہے اور اہلِ حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ راس مائۃ سے مراد آخر صدی ہے اور مجدد کی علامات و شرائط یہ ہیں کہ وہ علوم ظاہر و باطن کا عالم ہووے اور اس کے درس و تالیف سے مخلوق کو فائدہ ہو۔ اور سنّت کے احیاء و بدعت کے رد میں سرگرم رہے اور ایک صدی کے آخر میں دوسری صدی کے شروع میں علوم کا انتشار اور فوائد دینیہ کی اشاعت ہووے۔"

چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ یہ تمام علامات و شرائط سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی ذات مبارک میں متحقق ہیں۔

(ارشاد علی خان دھرمپورہ - لاہور)

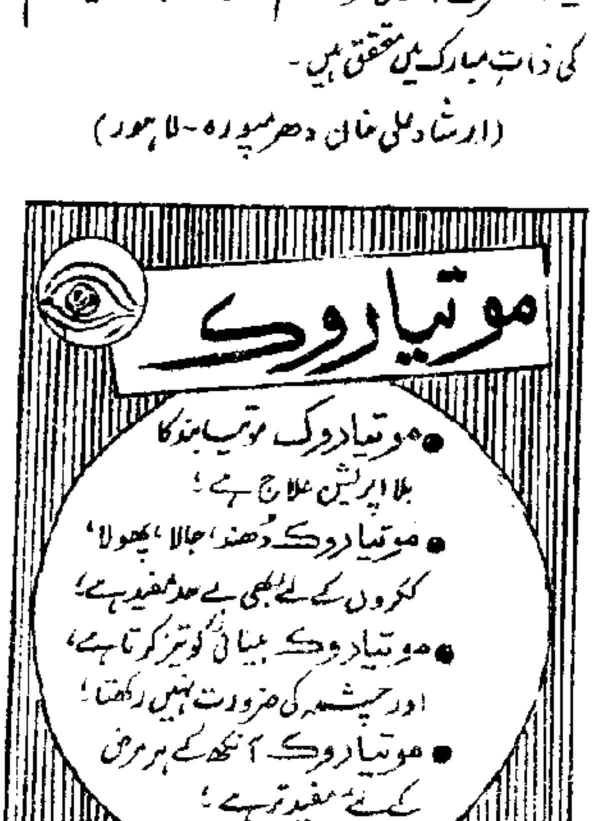

ایڈیٹر کی ڈاک

(۱) جناب نوری صاحب لکھنؤ سے تحریر فرماتے ہیں :-

" یہ رسالہ میرے نام جاری ہے ۔ میں غیر احمدی ہوں لیکن اس رسالہ سے خاص تعلق رہا ہے اور انشاء اللہ رہے گا ۔ اگر میرے حالات اس قابل ہوتے تو میں خود ہی چندہ بھیج دیتا ۔ الحمد للہ برابر مجھے الفرقان مل رہا ہے اور میں بڑے غور سے پڑھتا ہوں ۔ رسالہ اپنے ظاہری اور باطنی لحاظ سے بہت خوب ہے ۔"

(۲) مکرم خواجہ خورشید احمد صاحب سیالکوٹی لکھتے ہیں :-

" میں نے ایک مبشر خواب دیکھا ہے درج ذیل کرتا ہوں (مناسب سمجھیں تو الفرقان میں دیدیں) میں نے ۲۹ نومبر بوقت سحری خواب میں دیکھا کہ آپ بڑے خوش خوش نظر آتے ہیں میرے دریافت کرنے پر کہ مولانا صاحب اس قدر خوشی کا سبب کیا ہے ۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا قادیان دارالامان سے آرہا ہوں ۔ آپ نے ابھی اس حد تک ہی بات کی تھی کہ آپ کے صاحبزادہ مکرم مولوی عطاء الکریم صاحب شاہد بی ۔ اے آگئے ہیں ۔ السلام علیکم کہنے کے بعد انہوں نے آپ سے رومال طلب کیا ہے آپ نے انہیں نہایت خوبصورت رومال دیا ہے جو آپ اپنے ہمراہ قادیان سے لائے تھے ۔ اس کے بعد آپ نے پھر قادیان کے سفر کا ذکر شروع کر دیا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں قادیان گیا تو میں نے بس کا سفر کیا ۔ یہ سفر فاران کے راستہ کرنا پڑا ۔ نیز آپ نے فرمایا کہ جب میں نے سرزمین فاران میں قدم رکھا تو ارکان حکومت نے خاکسار کی قدرے تلاشی لی ۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ فاران کے راستے کچھ پیدل بھی چلنا پڑا ہے ۔

اس قدر نظارہ دیکھا تھا کہ خاکسار بیدار ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے نوافل ادا کرنے کی توفیق بخشی ۔"

(خواجہ خورشید احمد سیالکوٹی واقف زندگی) +

اطلاع

خریدار حضرات خط و کتابت میں اپنا نمبر خریداری ضرور درج کیا کریں ۔ (مینجر)

عمارتی لکڑی

ہمارے ہاں

عمارتی لکڑی - دیار، کیل، پڑتل،

کافی تعداد میں موجود ہے

ضرورت مند اصحاب

ہمیں خدمت کا موقع دیکر مشکور فرمائیں

• گلوب ٹمبر کارپوریشن

۲۵ نیو ٹمبر مارکیٹ لاہور فون ۶۲۲۱۸

• سٹار ٹمبر سٹور

۹۰ فیروز پور روڈ۔ لاہور

• لائلپور ٹمبر سٹور

راجباہ روڈ لائلپور۔ فون ۳۸۰۸

رشید آئل کلرز

بلحاظ

خوبصورتی، مضبوطی، تیل کی بچت

اور

انسراطِ حرارت

دنیا بھر میں

بہترین ہیں

اپنے شہر کے ڈیلر سے

طلب فرمائیں

رشید اینڈ برادرز

ٹرنک بازار سیالکوٹ

مفید اور مؤثر دوائیں

نورِ کاجل

ربوہ کا مشہور عالم تحفہ!

آنکھوں کی صحت اور خوبصورتی کے لئے بہترین تحفہ۔ خارش، پانی بہنا، بھمنی، ناخنہ، ضعفِ بصارت وغیرہ امراضِ چشم کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ متعدد جڑی بوٹیوں کا سیاہ رنگ جوہر ہے جو عرصہ ساٹھ سال سے استعمال میں ہے۔

خشک وتر قیمت فی شیشی سوا روپیہ

تریاق اٹھراء

اٹھرا کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بہترین تجویز۔ جو نہایت عمدہ اور اعلیٰ اجزاء کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔!

اٹھرا۔ بچوں کا مُردہ پیدا ہونا یا پیدا ہونے کے بعد جلد فوت ہو جانا یا چھوٹی عمر میں فوت ہونا یا لاغر رہنا ان تمام امراض کا بہترین علاج ہے۔!

قیمت :- پندرہ روپے

نورِ نظر

اولادِ نرینہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بہترین تجویز۔ جس کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑکا ہی پیدا ہوتا ہے۔

مکمل کورس :- پچیس روپے

نور منجن

دانتوں کی صفائی صحت کے لئے ازحد ضروری ہے۔ یہ منجن دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی حفاظت اور علاج کے لئے بہت مفید ہے۔

قیمت :- ایک روپیہ

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ گولبازار ربوہ

(طابع وناشر :- ابو العطاء جالندھری • مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ • مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

الفردوس

انار کلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ھے

"الفردوس"

۸۵۔ انار کلی، لاہور

القول المبین
فی
تفسیر خاتم النبیین

(از قلم ابو العطاء جالندھری)

جناب مودودی صاحب نے ایک رسالہ ختم نبوت کے نام سے شائع کیا ہے۔ القول المبین میں مودودی صاحب کے رسالہ کا مفصل اور مکمل جواب دیا گیا ہے۔ بہت سے غیر احمدی اصحاب نے مودودی صاحب سے القول المبین کا جواب لکھنے کی درخواست کی مگر جناب مودودی صاحب کو اسکی جرأت نہیں ہوئی۔ اس رسالہ میں ختم نبوت کی جامع تشریح کی گئی ہے۔ صفحات ۲۵۰ مجلد قیمت دو روپے علاوہ محصول ڈاک۔

مباحثہ مصر

یہ مباحثہ قاہرہ میں جماعت احمدیہ کے مبلغ اور تین بڑے پادریوں کے درمیان ہوا تھا جس میں عیسائیت کے بنیادی مسائل پر فریقین میں گفتگو ہوئی۔ یہ ساری گفتگو بائیبل کے رُو سے ہوئی ہے۔ یہ کتابچہ بھی اپنی نوعیت میں جامع رسالہ ہے۔ اس میں عیسائیوں پر اتمام حجت کی گئی ہے۔ اس رسالہ کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔

مباحثہ مصر (اردو)　　۶۲ پیسے

مباحثہ مصر (انگریزی)　　۱—۲۵

علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ الفرقان۔ ربوہ

تفہیماتِ ربّانیّہ

غیر احمدی علماء کے جمع کئے ہوئے جملہ اعتراضات کے ٹھوس، مدلّل اور مسکت جوابات پر مشتمل ایک جامع کتاب ہے۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے بعد مطالعہ اس کا نام تفہیماتِ ربّانیہ تجویز فرمایا تھا اور اسے "اعلیٰ لٹریچر" قرار دیا تھا۔

اب دوسرے ایڈیشن میں کافی مواد اور نئے حوالہ جات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ علماءِ سلسلہ نے بالاتفاق اس کتاب کی جامعیت اور افادیت کا اعلان فرمایا ہے۔

نئے ایڈیشن کے نسخے بالکل قریب الاختتام ہیں اس لئے احباب فوری طور پر خرید فرمائیں۔! سفید کاغذ پر بڑے حجم کے سوا آٹھ صد صفحات ہیں، قیمت علاوہ محصول ڈاک گیارہ روپے ہے

ڈاک کے ذریعہ طلب کرنے کی صورت میں مینیجر الفرقان ربوہ کو لکھیں!

(مینیجر الفرقان ربوہ)

نوٹ:۔ جلسہ سالانہ کے ایّام میں مکتبہ الفرقان گولبازار ربوہ سے طلب فرمائیں